

# آزادی اسلام

از خاتم گمبار

اِمَامُ الْاَحْرَارِ حضرت مولانا ابوالکلام صابری

دعوت حق کی بانسی اسلام سے ایک مثال۔ مکہ معظمہ سے ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبدالغفر بن عجمی کنانی کی آمد۔ جامع رصافہ میں کلہ حق کا اعلان۔ خلیفہ مامون رشید کی استبدادیت، شیخ عبدالغفر کی گرفتاری۔ معافی مانگنے کی ترغیب، شیخ کا انکار۔ دربار مامون رشید میں مناظرہ، خلیفہ کی محویت، شیخ عبدالغفر کی زبردست تقریر۔ فتح حق اور قابلیت شیخ پر خلیفہ مامون رشید کی مہر صداقت وغیرہ وغیرہ

جلو

مینجر صاحب سنجت بک ایجنسی، شہر بنجور

باہتمام

قاضی محمد رفیع صابری مالک ایڈیٹر اخبار نجات

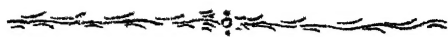
نجات نشین پریس نجیو مین چھپو اگر شائع کیا

قیمت فی جلد ۴۰

نقدیہ و ادائیگی

اخبار سجات مفت طلب فرمائیے۔  
 منیجر اخبار سجات بجنور (لپچی)

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



# آزاد کے اسلام

اسلام کے ابتدائی عہد میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کی بنیادیں رکھی ہیں اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراطِ مستقیم اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھلائی ہے۔ ابنِ عربی ایک معرکتہ آلا راہ اور شدید لاجتہاد مسئلہ خلق و قدم قرآن کا بھی ہے۔

## مسئلہ خلق قرآن

مسئلہ خلق و قدم قرآن، سے مقصد یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل میں ہے، اس میں الفاظ ہیں اور معانی ہیں۔ الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکات و طوارق زبان سے نکلے اور بگڑتی ہے، معانی کے حقائق متصور ہیں جن کا وجود معنوی بھی ہے، اور وجود خارجی بھی۔ پس ابنِ اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث، مخلوق ہے یا غیر مخلوق،

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ دان اقوام کے اختلاف نے پیدا کیا تھا۔ اسلام کی اصلی سرزمین ابنِ لا حاصل اور قوا و علیہ کو بیکار کرنے والی کاوشوں سے بالکل پاک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شے ان مسائل سے صحابہ کو روکا جو ان کی عملی زندگی اور ان کے نصب العین سے ان کو ہٹانے والے تھے، اسلام نے عمل و سعادت کی ایک ہی سیدھی راہ کھول دی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی رہرو میں مشغول رہیں۔ آپ کے تمام عہد صحابہ بھی اسی حال میں بسر ہوا۔ لیکن بنو آسہ کی حکومت نے مظالم خلافت اسلامی میں ایک انقلاب عظیم کر کے اس کی اجتماع قوت کی نشوونما رک دی اور نئے نئے قانون اور ہلاکتوں کا دروازہ کھول دیا۔ ایک بڑا قہر علو عقلیہ قدیمہ اور

مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا۔ ایک طرف تو مسلم عجمی اقوام اپنی امام پرانی سمجھن اور کاشون کو اپنے ساتھ لائیں۔ دوسری طرف اہل کتاب اور عجمی علماء حکومت اموی کی تمام شاخون اور محکمون پر صادی ہو گئے، ان لوگون نے جہاں اپنی مذہبی روایتیں مسلمانوں میں پھیلان، وہاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ ذخیرہ پائیدار بھی کھول دیا، جو اسکندریہ و سوریہ کے کھنڈروں اور جہنم یا پردہ ملائیں کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہو چکے تھے۔

در اصل اس سوال کا پیدا کرنا ہی ایک ضلالت اور مسلک شریعت سے انحراف تھا، قرآن اللہ کا کلام ہے جسکو خدا کے رسول نے ہم تک پہنچایا۔ ہماری معلومات اس کی نسبت صرف اسی قدر ہے۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے آتنا علم کافی ہے۔ وہ مخلوق ہی یا قدیم۔ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا نہ اللہ کے رسول نے نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے۔ پس جو کچھ ضروری تھا وہ وہی تھا۔ جو بتلایا گیا۔ وہ ضروری ہی نہیں، اور اس کی فکر کا دشمن ہمارے لئے کوئی سعادت نہیں۔

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا اور صرف اسی راہ میں امن تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان قبضوں سے نہ بچ سکے جو ان سے پہلے کی قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے۔

پھر قدم و حدوت کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مسئلہ بالکل واضح تھا اور اسکی حقیقت ایک ہی تھی اللہ اور اس کی تمام صفات کاملہ قدیم ہیں اسکی ایک صفت کلام بھی ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ پس حروف و ہوا والفاظ کی جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ہے۔ اس کی حقیقت نظمی و ترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہئے۔

لیکن فلسفیانہ کاشون نے ایک صان بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کی اور مابین بھی کھولیں فرقہ متعزلہ نے جو فلسفہ و معقولات دنیائی سے متاثر ہو چکا تھا اس مسئلہ کو بالکل دوسری نظر سے دیکھا انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس سے پہلے نہ تھا وہ ایک بامعنی عبارت ہے۔ عبارت جملوں سے مرکب ہے جملے الفاظ سے، اور الفاظ حروف سے، یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے نکلتے ہیں تو ہماری آواز ہوتے ہیں جو اس سے پہلے نہ تھی اور جبکہ حدوث ہمارے ہی خلق و زبان سے ہوا۔ پس ان اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے، قدیم نہیں ہو سکتا۔ علاوہ برین اللہ ہر شے کا خالق ہے۔ قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے۔ اسے بھی مخلوق ہونا چاہئے، ان خیالات سے متعزلہ نے سخت ٹھوک کھائی انھوں نے دعویٰ کر دیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اور اس طرح مگر بھی و منا کا ایک بڑا دروازہ امت پر کھول دیا، ان کی ہدایت فلسفیانہ کاشون کے اندر گم ہو گئی۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے دوسری چیز ہے، اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے۔ بالکل دوسری۔ قرآن

حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق و حادث نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تو حروفی کا نام ہو اور نہ آوازوں کا جو انسان کے حلقی و  
 لفظی ہیں۔ ”الحمد لله رب العالمین“ کا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت میں جو آواز پیدا کرتا ہو اور ان کی حرکات  
 صوتیہ سے جو توجہ نکلا کے ذرات میں ہوتا ہے یقیناً حادث ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ قرآن بھی نہیں ہے۔ قرآن لایس  
 منظمی کا نام ہے جو ان حروف کی ایک خاص الٹی ترتیب و تنظیم سے تشکیل ہوئے اور الحمد للہ رب العالمین بن کر لسان  
 وحی جاری ہوئی وہ قدیم ہے۔ اس لئے کہ خدا بھی قدیم ہے۔

گلستان کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدی کا کلام نہیں ہو لیکن گلستان سعدی کی ہر اس کو حقیقت  
 جو انفرادی حروف و اصوات کے علاوہ ہو اسی کا نام گلستان ہوگا اور وہی سعدی کی تصنیف ہے۔

پس قرآن جس کتاب کا نام ہو وہ کسی اعتبار سے بھی مخلوق نہیں ہو سکتی۔ معتر نے اسے مخلوق  
 قرار دیکر ایک طرف تو ان بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کے لئے سب سے بڑا قہقہہ تھا، دوسری طرف قرآن کی الہی  
 عظمت و قدسیت کے اعتقادی اساس کو بھی سخت صدمہ پہنچے گا اسکاں پیدا کر دیا۔ قرآن کی ربانی و الہی عظمت کا  
 اعتقاد اسلام کی تمام کائنات زندگی کی اصلی و روح بختی، پس اگر آغاز عہد ہی میں اس کی پوری حفاظت نہ کی جاتی  
 تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ تواریخ اور انجیل کی طرح قرآن حکیم کی عزت الہی کو فاقہ کر دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرزند ان اسلام کی سب سے بڑی مقدس و حامل شریعت جماعت یعنی محدثین کرام کو اس  
 بدعت مضلہ کے ابتداء کے لئے کھڑا کر دیا اور انھوں نے اپنا خون بہا کر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکیم کی  
 حفاظت کی۔

## مسئلہ کی اہمیت

اسجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خیال ہو کہ اس ستم کی بحثیں جنکے لٹو ہمارے سلف صالح و اعلیٰ  
 حق نے ایک عظیم نشان داخلی جاہ کیا اور اکثر اوقات اپنی زندگیوں تک کی قربانی کر دی محض ایک لفظی نزاع  
 تھی اور صرف سو فہم و کج ذہنی نے انکو اہم و دینی بنا دیا تھا۔

وہ ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان سے زیادہ عقلمند ہیں کیونکہ ان  
 بحثوں کی بجائے واقعی دے اثری کو خرد مندانہ محسوس کر رہے ہیں لیکن انھوں نے ہم ان سے متفق نہیں ہو سکتے یہ مسائل  
 جس عہد میں پیدا ہوئے وہ اسلام کی نشو و نما اجتماعی کا ابتدائی عہد تھا اس کے سرچشمے چھوٹ کر یہ دیکھتے اور ایک

پہنچائی ان کی راہ میں آجاتا تو خوف ہوتا تھا کہ یہی جتنکے جمع ہو کر ایک دن طرعی ہنرِ دل کے وہاں کو بند کر دیں گے۔  
 محدثین کرام نے اس حقیقت کو سمجھا اور اسلام کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو گئے ان کی مثال اس جانباز عاشق کی سی  
 تھی جو اپنے معشوق کے تلوؤں میں ایک کاسے کی جھن بھی دیکھتا ہے تو اس زور سے پختیا ہو گیا اسکے پہلو میں خچر نے  
 سنگاں کر دیا۔ وہ اس ایک ایک تنکے۔ ایک ایک کانٹے اور پٹی کے ایک ایک ذرے کے لئے اپنی گردنوں کو ذبح  
 کر دینا چاہتے تھے جدا اسلام کی راہ میں آجائیں اور اس کی صراطِ مستقیم کو آلودہ کرنا چاہیں، اگر اس وقت اللہ تعالیٰ  
 فرزندِ انِ اسلام کی اس سب سے برگزیدہ جماعت کے دلوں کو اپنے المام سے معمور نہ کر دیتا اور وہ ایک داعیِ جہا  
 عظیم کے ان تمام قہقروں کا سدباب نہ کرتے تو آج دیا میں اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف فرخ  
 مذاہب کی نظر آ رہی ہو اور اس کی حقیقی تعلیم کو بھی طرح طرح کی بدعات و محدثات کا سیلاب بہا لے گیا ہوتا،  
 آج تھا تو حال یہ ہو کہ اسلام کی گردن پر تلواریں چلتی ہیں تو تحقیر آ رہا بھی صدر نہیں ہوتا، جتنا  
 کسی انگلی کے پوٹے میں سوئی کی غلش سے ہو سکتا ہے۔ تم ان پاک روحوں اور خدا کے کلمے حق کے جاننا روں کی حالت  
 کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو اس کی راہ میں ایک تنکے کے آجانے سے بھی اسی طرح بے چین ہو جاتے تھے گویا انکے  
 بستر پر دھتے ہوئے انگٹے بچاؤ گئے،

قرآن حکیم کی جس حفاظت و عظمت پر ہم آج ناؤ کرتے ہو یہ دراصل انہیں محدثین کرام کی حق پرستوں  
 کا نتیجہ جو جنھوں نے اسکو بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی نئی آواز قرآن کے لئے اٹھائی جائے اور کوئی بات ایسی اس کی نسبت  
 کہی جائے جو اس کی غیر انسانی عظمت کی تسبیہ و تہلیل کو بڑے لگائے،  
 پھر اس سے بھی قطع نظر کہ یہ مسئلہ محض ایک لفظی نزاع ہی کب تھا۔ مقررہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق  
 و حادثہ ہے۔ ہر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاہیے، اور اس طرح قرآن کے لئے ایک ایسی بات کہتے تھے اور ایک ایسی  
 بات کا اقرار کرنا چاہتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قرآن نے کر لیا اور نہ رسولؐ نے کچھ کہا، پھر کیا یہ ایک سخت قہقہہ نہ تھا  
 جو نئی نئی اعتقادی بدعتوں کا ایسی ورمادہ کھولتا تھا۔ اور کیا یہ شریعت پر امتداد کرنا اور اسلامی اعتقاد کی  
 ترمیم نہ تھی،

محدثین کرام نے جن مقاصد کی بنا پر اس طرح کے تمام قہقروں کی مخالفت کی اور کسی شکل میں بھی انکو  
 گوارا نہ کیا۔ واقعات نے ثابت کر دیا ہو کہ وہ یکسر صحیح و واقعی تھے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی مسائل نے بالآخر  
 اسلام کی حقیقی تعلیم کی طرح طرح کی خارجی مصلحتوں سے آلودہ کیا اور ان کو ششوں کے بعد بھی اسلامی عقایدِ غیری

اترات و احتلاط سے محفوظ نہ رہے کہ صرف محدثین کرام ہی کا ایک گروہ ایسا نظر آتا ہے جس کے دہون کو اثر نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا، نہ تو انقلابات علمی کے مثرات ان کی استقامت حق پر غائب آسکے اور نہ انسانی اخلاص و ادہام کی دلکیشان آنکھ دہون کو جمال قرآن و سنت کے عشق کو پیر سکین۔ فی الحقیقت یہی وہ پاک جامع تھی جس نے زبان نبوت نے اول روز ہی حکم سنایا تھا،

لَا يُزَالُ مِنْ اُمَّتِي قَائِمِينَ عَلَى الْحَقِّ، حَتَّى يَأْتِيَ امْرَاؤُهُمُ الْمُتَغَالِبُونَ،

بہر حال علماء حق اور محدثین کرام نے اس بدعت شدیدہ اور فتنہ عظیمہ کا اس قوت و سرزوشی کے ساتھ مقابلہ کیا کہ تمام دنیا کی حق پرستی و امر بالمعروف کی تاریخ میں ایسے واقعات یا دیگر رہیں گے۔

اگر یہ مسئلہ صرف عامہ معتزلہ تک محدود رہتا تو پیر و اہل اسلام کے سوا داعظم کے لئے (جو اس کا مخالف تھا) کوئی مصیبت نہ تھی۔ یہ صرف بحث و دلائل کا میدان ہوتا، اور زبان و قلم کا جہاد اس کے لئے کافی تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ حکومت وقت نے اس مذہب کا ساتھ دیا، اور بعض خلفاء عباسیہ نے معتزلہ کے ساتھ ہو کر خلق قرآن کے مسئلہ کو بوجھ بھیلنا چاہا۔ انھوں نے حکومت کے زور و سزاؤں کے اعلان قید خانوں کی زنجیروں اور جلاؤں کی تلواروں کو حرکت دی، اس لئے یہ علمی مسئلہ علمی نہ رہا۔ بلکہ آداب حق کے لئے ابتلاؤں و آزمائش کی ایک ہیبت ناک ہولناکی بن گیا۔

## مامون الرشید کا استبداد

خلفائے عباسیہ میں مامون الرشید عباسی ایک عجیب و غریب حکمران گذر رہا ہے جس کی زندگی میں بعض چیزیں بالکل متضاد جمع ہو گئی تھیں، وہ ایک طرف علوم اسلامیہ کا ماہر تھا۔ عربیت کا کامل الفن تھا، علم حکمت کا عاشق اور حریت، آزادی کا حامی تھا۔ اس کی حریت پسندی نے دنیا کے تمام مذہبوں کو مطلق الغنان چھوڑ دیا تھا۔ اتحاد آزادی تھا۔ شریعت کی پرستش نہ تھی۔ انوریت علانیہ ظاہر کی جاتی تھی۔ مزدکیت کے لئے کوئی دہ نہ تھا۔ یونان و ایران کے جن علماء مذہب کو کبھی بھی پناہ نہ ملی تھی وہ بغداد کے گلی کوچروں میں پردوش پارہے تھے۔

لیکن دوسری طرف کے اندرونی مذاہب و اختلافات کے میدان میں اگر سیکھے تو اس کے ہاتھ میں ہتھیار کی بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے ہیں،

مامون الرشید کے اسی استبداد و اعلیٰ کے سلسلے میں مسئلہ خلق قرآن کا فتنہ عظیم بھی ہو جسے تیسری جلی

ہجری میں علما و ائمہ کے لئے اہتمام و اہتمام کا ایک نہایت نازک وقت پیدا کر دیا تھا۔ اسے منتشر کا مذہب خلق قبل کر لیا تھا۔ اور اسی کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار قرار دیا۔ اسے چاہا کہ اپنی حکومت کے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے اور اس چیز کا اقرار کرے جس کے لئے شریعت نے انھیں کوئی حکم نہیں دیا ہو۔ بلاشبہ وہ اپنے بھائی امین الرشید کو قید خانے کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا۔ اور یقیناً اس کے پیچھے ہوئے جلاوطن کی تلوار دن میں یہ قدرت تھی کہ مسکین آئین کے کئے کی ڈھال پر غالب آجائیں۔ لیکن اس کی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتیں بھی اس سے عاجز تھیں کہ عائین شریعت اور علما و ائمہ کے انتقام و ثبات پر غالب آسکیں۔ اور ان کو حق و ہدایت کی اُس راہ سے بھرا دین چیرا

اسکا یقین اور نور ایمان انہیں چلا رہا تھا۔

ماہِ قنہ عظیم تھا۔ اور اس کے تہرا ذہن نے وہ سب کچھ کیا۔ جو ایسے مواقع میں ہمیشہ ہوا ہے۔ جس سے علما و ائمہ قید ہوئے۔ بہت سے جلاوطن کئے گئے۔ بعض خاک و خون میں بھی تر پئے، اور بہتوں کے قدم جاوہ ثبات سے ٹکڑکٹا بھی گئے۔

## قنہ کی ابتدا

غالباً سب سے پہلے ۱۲۱۷ھ ہجری میں مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا اور دار الخلافہ میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا۔ لیکن جبر و تشدد کی ابتداء ۱۲۱۸ھ ہجری سے منظر آتی ہو۔ جب کہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہو گیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذہب مسلمانوں میں پھیلائے۔ چنانچہ اسی سہ ماہ میں اُسے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا۔ فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علما و شہر کو جمع کرو، جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کریں۔ انھیں چھوڑ دو، جو انکار کریں ان کی نسبت خبر دو، پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشرین ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن ہمدی اگر انکار کریں تو قتل کر دئے جائیں، لیکن ان کے علاوہ دیگر منکرین خلق قرآن کو صرف قید کر دیا جائے (ابوالفداء، جلد دوم، صفحہ ۳۱)

ابراہیم بن ہمدی کے قتل کا نوپولیسکل اسباب سے وہ خواسگتار ہی تھا، لیکن بشرین ولید کے قتل کی سختی اس کو تھی کہ قاضی القضاۃ تھے، افسوس کہ ان دونوں کا اثبات اس پہلی ہی آزمائش میں ہلاک ہو گیا۔ اور خلق قرآن کا اقرار کر کے اپنی جان بچالی۔ اور بہت سی کمزور روحوں نے انکا ساتھ دیا۔ لیکن علما و ائمہ کی ایک عقیدت جماعت ایسی بھی تھی، جس کے لئے حکومت کی تلوار دن اور نیوی عقوبتوں کے فرائض سے بڑھ کر خدا کا فرمان ہیبت



وسطوت رکھتا تھا۔ انھوں نے صاف اکتھا کر دیا۔ اور قید خانے کی ٹیریاں خوشی بہن لین۔ اس جماعت حق کا سر تلج وہ وجود مقدس د مبارک تھا جسکو شریعت کے احیا و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قیوم کے اعلان و حفظ کی خدمت درگاہ الہی سے سپرد ہوئی تھی، اور جس کی قربانی کو خدا نے اس فقہ کے استیصال کے لئے روز ازل ہی سے چن لیا تھا۔ یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فی الحقیقت تمام ائمہ سلف میں اپنی مخصوص فضیلتوں کی بنا پر ایک ہی شخص ہیں۔ جن کو امام اہل سنت والجماعت کے لقب سے پکارا جاسکتا ہے۔

## جامع رصفا

اس واقعہ کے بعد ہی مصائب و محن کا ایک سیلاب اُٹھ آیا۔ اور تمام بغداد کا تپ اُٹھا۔ علماء کے سامنے صرف دو ہی راہیں تھیں یا اس چیز کا اقرار کریں جس کا اقرار ان سے شریعت نے نہ کیا۔ یا جلاوٹی تلوار و کھین اور قید خانے کی زنجیر دن سے ہم آغوش ہوں۔ بہتوں نے بغداد سے ہجرت کی۔ بہتوں نے گھر سے بھٹنا بند کر دیا۔ بہتوں کی غزلت گزینی یہاں تک بڑھی کہ جمیع کی جماعت کی شرکت ترک کر دی، لیکن کسی کو اس کی حرکت نینہ ہوتی تھی کہ امامون الرشید کی سطوت و جلال کے مقابلے کے لئے اُٹھے اور اس جبر و تہر اور تسلط غیر شرعی سے اُٹھنے، امامون نے گذشتہ واقعات ہی پر قناعت نہ کی بلکہ استد اور جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا، بغداد کی سب سے بڑی مسجد (جامع رصافہ) بھی جو رصافہ کے شرعی جانب واقعہ تھی اور جس کا صحن ہمیشہ علماء و ملت کے درس و معائنہ کی مجلسوں سے پُر رہتا تھا، امامون نے حکم دیا کہ فقہاء و محدثین میں سے کوئی عالم مسجد میں درس نہ دے، اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے۔ صرف بشر بشری اور محمد بن بہم کے لئے یہ منصب مخصوص ہو جا کا بہ معتزلہ اور خلق قرآن کی دعاۃ میں سے تھو۔

انھیں و ذلزلہ شخصوں کے ہاتھ میں تمام فقہاء و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا، جو عالم مسلمان خلق قرآن کی مخالفت میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا تھا، پولیس اسے گرفتار کر لیتی تھی اور اسے سامنے لیا جاتی تھی۔ وہ جو حکم دیتے تھے اس کی مناسبتیں کی جاتی تھی، علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائی کے لئے دکھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا بظاہر اکتھا ہم زبان بن گیا تھا اور دفاع کے پیر پر انکی تلوار کو روکتا تھا۔

یہ تجویز خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامی میں پھیل گئیں اور ہر مہربان اسی قبضہ کا چرچا ہونے لگا۔

## شیخ عبدالغیرز الکنانی

مکہ معظمہ میں اس وقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبدالغیرز بن سحی الکنانی تھے انھوں نے جب اس قبضہ کا حال سنا اور اہل حق کے قروچہ "معتزلہ کے استبداد" اور علماء کی خاموشی کی سرگزشتیں معلوم کیں تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے اضطراب سے بے اختیار ہو گئے اور عزم بالجزم کر لیا کہ اس قبضہ کے اہل بداد کی ماہ میں اپنی زندگی قربان کر دیں گے وہ اپنے رسالہ میں (جو خاص طور پر اہل بداد کی نسبت لکھا ہے) اور جن کا قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) لکھتے ہیں،

"اقص فی دنا بکما اتقوا فی الناس فی بعدا و کیف استطال علیہم بشر المرء

ولیس علی امیر المؤمنین وعائتہ اولیاءہ قاطار لومی و خرجت من بلدی متوجہا

الی ولدی داسالہ سلامتی رحتی قدرت بعدا و قشادت من غلط الامر و امتداد

اصناف الاکان فیصل بی"

(ترجمہ) میں کہ میں محتاج مجھ کو بعدا کے واقعات معلوم ہوئے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہیں اور کس طرح بشر لسی ان پر سختیاں کر رہا ہے اور کس طرح امیر المؤمنین اور اہل کان سلطنت پر اسکا داؤ چل گیا ہے پس میں غفلت سے چونکا اور اپنے شہر سے بھلا اللہ کی طرف میری نظر تھی اور اسی کے فضل و نصرت سے اپنی سلامتی کا خواستگار تھا۔ یہاں تک کہ بعدا پہنچ گیا اور اپنی آنکھوں سے تمام حالت دیکھی مجھ پر رون ہوا کہ معاملہ اس سے بدتر حالت و پر مصیبت ہو جتنا میں نے سنا تھا۔ انتہی۔

پھر شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ہیں،

## ورود بغداد

شیخ عبدالغیرز بغداد پہنچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم کئے۔ سب پہلو امر بالمعروف تھا کہ وہ کسی طرح امرن الرشید کے دربار تک پہنچیں اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف کا فرض ادا کریں۔ لیکن امین بڑی ہی سنگین تھیں ہر قسم پر اسکا خوف لگا تھا کہ کہیں امرن کے مقابلے سے پہلے ہی گرفتار نہ کر لئے جائیں یا قتل کا فتویٰ نہ دیدیا جائے

وہ اللہ کی طرف جھکے اس راہ میں اس کی نصرت غیبی سے مدد پا ہی اور ایک خاص تدبیر کر کے جمعہ کے دن جامع رضافہ میں پہنچے اپنا چھوٹا سا لڑکا بھی انکے ساتھ تھا۔

## جامع رضافہ میں کلمہ حق کا اعلان

نماز جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتھ ایک عجیب واقعہ دیکھا، ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے پہلی صف میں کھڑا ہو گیا ہے ایک چھوٹا سا بچہ اس کے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھ لگائے اس کی طرف نگراں ہوا اور با واز بلند باہم سوال و جواب ہو رہا ہے ابھی نے پکار کر پوچھا میرے بیٹے قرآن کی نسبت تو کیا کہتا ہے۔

بچے نے پکار کر جواب دیا: "کلام اللہ۔ منزل غیر مخلوق۔ اللہ کا کلام آمارا ہوا۔ غیر مخلوق!"  
 آہ، یہ چند نقطہ تھے جو ایک بچے کی زبان سے نکلے، لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوت حق اور امر بالمعروف کی ایک کائنات ایمان مخفی تھی یہ وہ صدا تھی جسے لئے اس وقت بعد از ایک ایک ذرہ پایا تھا لیکن اس کی مدد و دیاد کہ برسوں نصیب نہیں ہوئی تھی صرف ایسا کہ اس جگہ کو کہدینا ہی وہ ہمارا اعظم تھانہ کی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہائے عبادت اور روزہ ہائے صیام بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے تھے،  
 اس لئے ہمیں کہ خلق قرآن کا مسئلہ دعوت حق کی قدون کے خیر کے کرنے کے لئے سب سے بڑا سفر تھا اور اس لئے بھی ہمیں کہ اس صدا کے ایسا بلند ہو جانے سے وہ چلنا نہ کھل جا سکتے تھے جو جنے اندر علامہ حق محبوس تھے اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتی تھیں جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن روح کے پاؤں میں پڑی تھیں بلکہ صرف اس لئے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمہ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تھا، اور انسان کا ہاتھ بڑھ کر ہاتھ خدا کی کھولی ہوئی زبان کو بند کر دے پس اس وقت زمین کے ہر اُس بے دالے پر جو خدائے تعالیٰ کو جانتا اور خدا کے رستے کو اپنے دلیں رکھتا تھا فرض ہو گیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑے اور خدا کی دفا داری کے لئے انسان اطاعت سے سرکش ہو جائے۔

اس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف ایک ہی تھی لمحہ کی جس کے اندر صدا کے حق کی ایک آواز بلند ہو جائے اس ایک آواز کا بلند کر دینا ہی اصلی کام تھا اس کے بلند کر دینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اسے کام کیا کیا، حق کا کہنا جرم ہو جائے تو حق کو کہدینا ہی سب سے بڑا کلمہ

اگر شیخ عبدالغیر کستانی اسکے بدتر متل کر دیا جا تا جب بھی اسکے کام کی غلطی کا ایک ذریعہ ملے گا،  
 ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے فضیلت والا جہاد کلمۃ حق ہے جو کسی جابر بادشاہ کے مقابلہ میں

## کہا جائے ۷

### حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو

ابن سوال وجواب کی ایک ہی حدانے تمام مسجد کے اندر تک پہنچا دیا، لوگ حیرت سے دم بخود ہو گئے اور حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے، بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئی بڑی ہی مصیبت آئی والی ہے لیکن شیخ عبدالغیر نے خوف و ہراس اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور انکا لڑکا سنانے کے ستون سے ٹیک لگائے دوبارہ منظر سوال تھا۔

اتنے میں کو تو ال شہر سپاہیوں کی ایک جماعت لیکر مسجد میں پہنچ گیا، اور شیخ عبدالغیر اور اسکے لڑکے کو گرفتار کر کے اپنے صیغہ کے رئیس اعلیٰ کے دفتر میں لے گیا، جبکہ آجکل کی اصطلاح میں پولیس کسٹر کنا چاہیے، اس وقت بڑا دھڑکا پولیس کسٹر عمر بن مسعود تھا۔ دونوں میں جھڑپ لگنے لگی ہوئی۔

عمر بن مسعود پولیس کسٹر: کیا تم پاگل ہو؟  
 شیخ عبدالغیر: نہیں ۷

عمر بن مسعود: کسی نے تھین بہکا دیا ہو؟  
 شیخ: نہیں ۷

عمر بن مسعود: خود کشی کرنا چاہتے ہو؟  
 حواس میں ہوں اور علم معرفت رکھتا ہوں ۷

عمر بن مسعود: کسی نے تم پر ظلم کیا ہو؟  
 شیخ: نہیں

عمر بن مسعود نے کو تو ال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھ میرے مکان میں پہنچا دو، سپاہیوں کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا، ڈاڈا دیوں نے انکے دونوں ہاتھ اپنے اپنے ہاتھوں میں لے لے اور پولیس کسٹر کے مکان میں داخل ہوئے ۷

عمر بن مسعود (کسٹر پولیس) ان سے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا۔ اور صحن میں ایک آہنی گڑھی پر بیٹھا تھا ایک نہایت ہی مکلف اور مٹلا افسر پولیس کی دردی اسکے جسم پر پڑتی تھی کہ اپنے سائے کھڑا کر کے اسے فریاد حق

لے شیخ عبدالغیر نے اپنے سامنے ”شوراء“ کا لفظ لکھا ہوا شوراء و مقفوف وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افغان فوج و پولیس کی سرکاری فلاحی ہوتی تھی ۷

شروع کی۔

عمر و۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ شیخ، کدہ منقلہ کا۔

عمر و۔ آج مسجد میں تھے جو کچھ کیا تھا، اس کو تمہارا مقصد کیا تھا؟

شیخ۔ ”طلبت القرۃ الی اللہ ورجاء الزلفی للذیہ (اللہ کے قرب کی طلب اور اس کی رضا کی امید)

عمر و۔ نہیں تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو اور چونکہ تم اسکے نتائج سے

ناواقف ہو اس لئے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلہٴ رزق ہو جائے گی اور لوگوں سے مال و دولت کٹ سکو گی

شیخ۔ اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیالی میرے سامنے تھا تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المؤمنین کے حضور

تسلیم پہنچان اور ان کی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت عیان خلقِ قرآن سے مناظرہ کروں،

عمر و۔ سبحان اللہ! اس کی بھی آپ کو جرأت ہو۔

شیخ۔ تمکو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔ تم امیر المؤمنین کو سب بڑا سمجھتے

ہو گے۔ مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ہوں۔

عمر و۔ اچھا یہی سہی۔ پھر کیا تم تیار ہو کہ اور المؤمنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو؟

شیخ۔ الحمد للہ، اللہ کی مدد سے بالکل تیار ہوں۔ صرف یہی ایک چیز ہے جسے مجھ پر بیان تک پہنچایا اور میں نے

دیدہ دانستہ ایک ایسے شدید فطرہ میں اپنے آپ کو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈال دیا۔ خدا کی مہلتیں کتاب

کی غرت برباد ہو رہی ہے اور اس کی نسبت اس بات کا اقرار لیا جا رہا ہے جس کا اقرار خدا اور اس کے رسول نے

نہیں لیا۔ مسلمانوں کی زبانوں کو خدا نے کھولا ہے مگر تم بند کر رہی ہو اور بغیر کسی جرم و قصود کے بند کمانِ خدا

طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ پس میں علم رکھتا ہوں مجھے شریعت کی معرفت خدا نے عطا فرمائی

ہے، میرا فرض ہو کہ اس ہتھکنڈے کے اسناد کی کوشش کروں، نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

عمر و۔ اچھی بات ہے کہ تم امیر المؤمنین کے دربار تک پہنچاؤ گے جاؤ گے لیکن اگر وہاں جا کر تم نے اپنا کوئی اور مقصد

ظاہر کیا اور اثبات ہو گیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کر کے لٹو دربار میں جانا اس وقت ایک ایسی عجیب بات تھی کہ کسی طرح

عمر و بن مسعود کو اسکا یقین نہیں آتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہے دربار تک پہنچنے کے لٹو اس

مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہو)۔

شیخؑ اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمھارے لئے حلال ہے،

عمرؓ تمھارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ یہ حکمت امیر المؤمنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کر چکے ہو،  
شیخؑ حکم صرف خدا اور اس کے قرآن کا ہے۔

عمر بن مسعود نے گھوڑا طلب کیا، اور کو توال سے کہا کہ میں دربار کی طرف جاتا ہوں، تم شیخؑ اور اس کے  
لوگ کو پا ہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ۔

شہر کی تمام خلقت ابن عجیب وغریب باپ بیٹے کو حیرت اور انہوس کی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جنہوں  
نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا اور اب اسکے منہ میں بے خون و خطر جا رہے ہیں۔

راہ میں انھوں نے لوگوں کی آدائیں سنیں جو کہہ رہے تھے ”دارا خلافت میں باہر کے مسافر زندگی اور دُعا  
کے لئے آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا۔“

کیا واقعی ان دونوں نے موت کے لئے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟ ”ہاں“ مگر اس موت کے لمحو  
تمام اُمت مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلا کر حریت حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی۔ بل اُبیاء و لاکین لا یشعروں،  
قصر شاہی بغداد کے شرعی حصہ میں تھا یہ مجمع و جملہ کو عبود کر کے ایوان خلافت تک پہنچا، اور عمرؓ  
بن مسعود شیخؑ کو کو توال کی حفاظت میں جھٹک کر خود اند گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخؑ سے کہا۔

میں نے تمھارا حال امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کر دیا کہ تم سب خلق قرآن کی نسبت اُن علما  
دار الخلافہ سے منظرہ کرنا چاہتے ہو جو خلق کے قابل ہیں امیر المؤمنین نے اسے منظور فرمایا۔ پیر کے دن مجلس منظرہ  
منعقد ہوئی۔ امیر المؤمنین خود بنفس نفیس شریک مجلس ہو گئے، اگر پیر تک کے لکھ کسی شخص کو اپنی ضمانت میں پیش کر دو تو  
تجین رہا کر دیا جائے۔

شیخؑ نے کہا۔ میں مسافر ہوں کسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اس کی ضمانت پیش کر  
سکوں۔ علی الخصوص ایسی حالت میں ایک شاہی مجرم ہوں میرے لئے کسے پٹری ہو کہ اپنی جان مصیبت میں ڈال لیگا۔  
عمرؓ نے کہا، خیر ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں۔ جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال حق سمجھو اسکے لئے ایسے  
پر خطر جرات کر رہو ہو تو یقیناً تم سچوٹ نہیں بول سکتے۔ تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو۔ اگر اب بھی تم اس جہنم سے  
باز آ جاؤ تو تمھاری مسافت پر رحم کر کے امید ہو کہ امیر المؤمنین تمھاری کل کی جرات کو معاف کر دیں۔

جرات حق کی پہلی برکت اور خدا کی نصرت کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہی جو اس لئے تھا کہ شیخؑ کو پھانسی

ہے، خود بخود اسپر غما کرتا ہو اور بغیر کسی کی ضمانت لئے رہا کر دیتا ہو۔ اس قصہ اللہ نصیر کرے گا کہ تم خدا کے کلمہ حق کی مدد کر دگے تو خدا بھی تمھاری مدد کرے گا۔

## مناظرہ کے دن

مامون الرشید نے تمام علماء و دارالخلاۃ کو پیر کے دن دوبار شاہی مین حاضر ہونے کا حکم دیدیا۔ شیخ عبدالغیر پیر کے دن قصر شاہی مین حاضر ہوئے تو کو تو وال کو اپنا منظر پایا۔ وہ عمر و بن مسعود کے سامنے لے گیا۔ عمر و نے دیکھتے ہی کہا۔

امید ہے کہ اب یقین عقل آگئی ہوگی، اور تم اس جنون سے باز آگئے ہو گے جبکہ نتیجہ قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہو تم امیر المومنین کے حکم و عقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیکھو اب بھی اس حماقت سے باز آ جاؤ تو مین وعدہ کرتا ہوں کہ اب بھی معافی دلاؤں گا۔ نیز شاہی انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کرنے جاؤ گے کیونکہ تمھارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے۔

لیکن شیخ عبدالغیر نے لئے یہ تمام باتیں بے سود یقین۔ انھوں نے کہا۔ حق مظلوم ہو گیا ہو مین اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں مجھے جب اپنی زندگی کی پردہ این تو مال دیا گیا کہ ذکر کیا کرتے ہو،

برادرین دام بر مرغ دگر نہ  
کہ غنما بالندست آشیانہ

عمر و جوش تاشف سے کھڑا ہو گیا اور کہا۔ افسوس تمھاری غربت پر اور صد افسوس تمھارے بچنے کی یتیمی اور تمھاری بیوی کی میوگی پر! مین یقین ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں ڈوبا ہو رہے ہو۔

شیخ کی روح حق سے صدائے یقین اٹھی، اللہ کی وہ نصرت و اعانت جو صرف حق اور خدمت گزاران حق کے لئے ہو کبھی کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اور اگر میرے لئے اللہ نے اپنی راہ مین موت ہی لکھی ہو تو یہ شہادت ہے پھر شہادت سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے جس کا ایک مومن کو عشق ہو۔

عمر و نے جب دیکھا کہ سمجھا نہ سکا کہ جو صحبت حتم کر دی، اور مامون الرشید کو اسے اتنے اور اتنا وہ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی۔ پھر شیخ کو ایک ایسی جگہ بٹھا دیا جہاں سے وہ تمام آئیوالات کو دیکھ سکے اور کہا کہ اجلاس کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی مین طلب کئے جاؤ گے۔

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اس درجہ یقین تھا کہ باوجود میری طرف سے  
یا یوس ہونے کے ضبط نہ کر سکا، اور آخر میں پھر نصیحت کی ۱۔

”قد حُرِّمَتْ عَلٰی خُلَاصَکْ جَهْدِیْ دَانَتْ حَرِیصٌ عَلٰی سَفْکِ رَمْکِ جَهْدِکِ اِنْقَلَبْتَ یَا عَمْرُو  
مَعْرِفَتُهُ اَعْلَمُ وَالطُّفُّ مِنْ اَنْ یَّیْسَی فِیْ ذٰلِکَ لَمْ یُکْمَلْ فِتْنَتُہٗ جِسْمًا۔“

(ترجمہ) میں نے تمھاری نجات و سلامتی کے لئے وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے اہلکان میں تھا  
مگر منہوں کو تم اپنا خون بہانے کے لئے حریص ہوا اور اسکے لئے اپنی پوری قوت سعی صرف کر رہی ہو۔ میں نے کہا!  
اے عمرو اللہ کی اعانت اس سے زیادہ بڑی اور مہربانی رکھنے والی ہو کہ مجھے بھلا دے اور جینے والے پھر دوسرے کیا اسکو  
خدا بے کرتا ہے ۱۔ لہذا بقیہ مآثر لکھ۔

## علماءِ سلف کی حریتِ حقہ اور دعوائی الحق کا ایک مناظرہ

(مناظرہ کا اہتمام ادبیت و احوال دربار)

امیرِ الرشید نے مناظرہ کی تیاری کے لئے غیر معمولی احکام جاری کر دیے تھے اپنی نوعیت کے لحاظ  
سے یہ ایک عجیب غریب مناظرہ تھا اس لئے تمام اُمراء و رؤساء، علماء و فقہاء، اربکان و دربار، افرانِ فوجی و ملکی اپنے  
تمام ساز و سامان جاہ و جلال کے ساتھ اس میں شریک ہونے کے لئے نکلے۔ عبدالغیر کنانی نے ڈیوڑھی میں بیٹھ  
ہوئے دیکھا، کہ انسانی جاہ و جلال اور سطوت و ہیبت کے بڑے بڑے مناظر کیلئے بعد دیکھے انکے سامنے سے  
گزر رہے ہیں ۱۔

وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں :-

”عمرو بن مسعود نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے میں تمام آنے والوں کو اچھی طرح سے دیکھ سکوں  
بعد کو مجھ کو معلوم ہوا کہ خاص امیر المومنین کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ دربار میں جانے سے  
پہلے ہی دربار کے جاہ و جلال کی ہیبت مجھ پر طاری ہو جائے، اور میں دیکھ لوں کہ کیسے پُر ہیبت و سطوت مجمع  
کے سامنے مجھے جانا پڑیگا، اور آزادی و بیباکی کی زبان کھولنی پڑے گی۔ لیکن افسوس کہ وہ انسانی جاہ و جلال کے  
جلوسے دکھا کر ایک ایسے شخص کی آنکھوں میں ڈر اور ہیبت پیدا کرنا چاہتے تھے جس کی نگاہوں کے سامنے ربُّ السَّامَاتِ



والارض کا لازوال جاہ و جلال موجود تھا۔ اور جو نگاہِ خدا کی عظمت و قدوسیت کے جلووں میں محمد ہوجی ہوا سکو انسانوں اور انسانوں کے قیمتی پیکروں اور انہی تلواروں کی قطار میں کیا ڈرا سکتی تھیں؟

”مبین حیر گدایانِ عشق را کہین قوم شہان بے کمر و خردان بے کلام“

شیخ عبدالغیر نے دیکھا کہ سب پہلے مزید ہوشم کا گردہ منور ہوا جن کے سیاہ عماموں کے طلائی شلے ہوا میں اڑ رہے تھے، اور آفتاب کی روشنی میں ان کا سنہری رنگ اس طرح درخشندہ تھا کہ نگاہیں زیادہ دیر تک نظارہ کی تاب نہیں لاسکتی تھیں۔ ان کی عباؤں بھی سیاہ تھیں جن کو خلیفہ عباسیہ نے اپنا قومی لباس قرار دیا تھا اور عبادوں کی سیاہی کے اندر سنہری ساز و براق اور طلائی قبضہ و ایاں شمشیر کی تھوکر چمک اس طرح منظر آتی تھی۔ گویا آبرو آسمان پر بجلیوں کی مضطرب لہریں کو ندہی ہیں۔

اس کے بعد علماء و فضلاء دار الخلافہ کا مقدس مجلس تھا۔ جن کے لباس اور ساز و سامان سواد میں اگرچہ سونے چاندی کے تکلفات نہ تھے اور ہر چیز سے سادگی اور بے تکلفی نمایاں تھی، تاہم اسکا عظیم الشان گردہ، عماموں کے حلقے، خدام کا جاہ و حشم، مذہبی زندگی کا مقدس جاہ و جلال، اور پُر ہیبت و وقار چہرے، بجائے خود ایک ایسی ہیبت رکھتے تھے جو مصنوعی تکلفات و آرائش کے ساز و سامان سے بے نیاز تھی۔ اس مجلس میں سب پہلے بشر تسمی کی سواری تھی جہاں ہر وقت فرقہ متزلزل کا سب زیادہ نامور رہسب تھا، اسکے بعد دار الخلافہ کا قاضی القضاۃ اپنے جاہ و حشم ریاست کے ساتھ جلوہ آ رہا تھا۔ پھر تمام قضاۃ و ارباب انتظام کی جماعت تھی۔ انکے بعد مستملین و فقہا و ارباب دوس و علوم کا سلسلہ۔ لیکن ان سب میں زیادہ نمایاں حصہ فرقہ متزلزل کے علماء کا تھا۔ اور جو علماء و معتزلہ نہ تھے وہ بھی اقل مسلمہ خلق قرآن میں سرکاری حکم کے آگے سر اطاعت جھکا چکے تھے۔

اس نظارہ تقدس کے بعد دربار دارکان سلطنت کا پُر عظمت نظارہ تھا، انکے عمامے بھی سیاہ تھے مگر طلائی شلوں کی جگہ عماموں کے بالائی بیچ پر ایک مٹلا حاشیہ لگا تھا۔ (اور وہ اس اعتبار سے پٹیا گیا تھا کہ عمامہ کا نصف زیرین قطر طراز شاعران کا ایک سنہری دائرہ بن گیا تھا۔ انکے گھوڑوں کے ساز و براق بھی مٹلا تھوڑے سنہری دروہوں سے لمبوس عماموں کا شاندار حلقہ ہر سوار کے گرد پیش جلوہ فروش عظمت و جلال تھا۔

ایمان حکومت کے بعد افسران فوجی کی سب سے زیادہ موثر اور ہولناک ہیبت تھی جہاں اپنی فوجوں کے ساتھ محل شاہی کی طرف آ رہے تھے، اور ان کی برہتہ تلواریں، روبرو آسمان نیزے، طرح طرح کے ہلچہ جنگ ایک انہی سمندر کی طرح متلاطم نظر آتے تھے،

شیخ عبدالغیر اس فوجی نظارہ دہشت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”القم بالاسلح الاحداث المبيت في نفسه وساير الناس الذين يرسك انفسهم“

(ترجمہ) اور مسلح فوج کی اس لئے نمائش کی گئی، تاکہ میرے دل پر دہشت و ہیبت طاری ہو جائے۔ غیر اس خیال سے بھی کہ میں نے حکم سٹھائی کو ٹھکرا کر اگر عام رعایا کے اندر کوئی مفسدانہ جوش پیدا کروا دو۔ تو وہ بھی اس فوجی نمائش سے مرعوب ہو کر دجائے ۷

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ ساز و سامان صرف شیخ کو ڈرانے ہی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ عام رعایا کے اندر مخافتانہ موشا پیدا ہونے کا بھی اسے اندیشہ تھا۔ اس سے اندازہ کرو کہ ایک مسافر و غریب الوطن اجنبی کی صرف ایک ہی صدائے حق نے مامون آلرشید اعظم کی اس حکومت جو قیصرستانینہ کو دم کاٹتا ہوا خطاب کرتے تھے اور کئے کی طرح عاجزی کی زمین پر ٹٹا دینے کی بھی طاقت رکھتے تھے کس طرح لرزایا تھا، اور کس طرح وہ گھبرا کر اپنی فوجوں اور ان کی برہنہ تلواروں کی نمائش کر رہا تھا کہ کہیں اس غریب الوطن کی مقادمت میری مطیع رعایا کے دل سے میری ہیبت نہ بھال دے ۷

پھر اہ! بادہ خود کرو۔ اور دیکھو کہ یہ عبدالغیر کون تھا، دنیا کی بادشاہت اس کے پاس کتنی تھی خزانہ و فوجیں سے کیا رکھتا تھا۔ کہتے غلام اس کی رکاب کو تھامتے تھے، کہتے محل آسنے اپنی آسائش کے لئے تعمیر کئے تھے؟

آہ! دنیا کے ابن تمام سامانوں اور دنیوی جاہ و جلال کی ابن تمام نمائشوں میں سے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آئے ہوئے چوتھا دن تھا، ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بغداد ایک بھی ساتھی اور حمایت نہ تھا۔ ایک اجنبی شخص جس کے جسم پر مسکینی کے لباس اور غربت کی فقر نمائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بایں ہمہ اس کے پاس ایک ایسی طاقت تھی جس کی فرمانروائی دلوں کے آگے مامون آلرشید کی پوری سلطنت بھی پہنچ تھی۔ اور جس کے جاہ و جلال کے آگے اس کی وہ سطوت و اکہت بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ جس کو قیصر و دم دراز اور شاہ فرانس لرزاتا تھا۔ یہ طاقت نہ تو تخت و تاج کی تھی اور نہ پیدائشی ہوئی ہو، اور نہ شہنشاہی کے عظیم الشان قہروں اور محلولین میں، اسکا گھر انسان کا ڈٹا ہوا دل ہے اور اسکا محل ایمان بانہر کی زخمی روح ہے، بادشاہ کا تخت جسم پر حکم کر سکتا ہو اور لوہے کی تلواریں رگوں کو کاٹ سکتی ہیں۔ پر نہ تو اس طاقت الہی کے آئیے ان کو اجاڑ سکتی ہیں اور نہ اسکی اعلیٰ سلطنت پر اس کی فرمانروائی چل سکتی ہو۔ وہاں صرف خدا ہے، اسکا ایمان ہے، اسکے

کلمہ حق کی خسروی ہو اسکی صداقت و راستگی کی ملوک ہو اور حق و معروف کے ایک ہی فرمانِ عظم کا حکم ہے،

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدیکم بروح منہ و جعلہم حبیبت من یتیم و اماناً

خالدین قیہار رضی اللہ عنہم و رضوانہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ لم یقلو (۵۸-۶۰)

(ترجمہ) یہی وہ راست باز انسان ہیں جن کے دہن میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش سجایا اور اپنی روح نصرت و

فتحمدی سے ان کی مدد کی۔ پس اب خوف و ہراس اور نا کامی و نامرادی انکے لئے نہ رہی وہ انکو بہشتوں کی بہشتی زندگی

میں داخل کرے گا وہ ان بارخ و چمن کا دائمی عیش ہو اور ہر دن کی روحانی کا نظارہ راحت، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ

اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کی جماعت ہو۔ اور یقین کرو کہ اللہ کی جماعت ہی فتح و مراد پانوالی ہو۔

پس شیخ عبدالغفر کے وجود غربت و فقاہت کے اند جو بہت و جلال پیدا ہو گیا تھا اور جسے امتوں

اعظم کو ایسی فوجوں کے تلخانے اور تلواروں کے چمکانے پر مجبور کیا تھا۔ وہ شیخ عبدالغفر کی بہتیت نہ تھی جسکو تلوار

کی ایک حرکت ڈوٹ کر پڑے کر سکتی تھی۔ وہ خدا کے عبدالغفر کی بہتیت تھی، وہ حق پرستی اور ایمان باللہ کی تہا ریت تھی

وہ جرأت الیامانی اور سلطنت روحانی کا پادشہ تھے۔ کما قیل فی المشنی

بیت حق مت امین از ظہار بیت اہلبیت امین مرو صاحب دلی نیت

فلا تخافوہم بخافون ان کتم منین!

## داخلہ

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آپکے تو شیخ عبدالغفر کی بھی طلبی ہوئی ایک کے بعد ایک متعدد

دہلیزین تھیں جن سے شیخ کو گذرنا پڑا۔ سلطانی دہلیزدن کے مرحلے کے بعد لہذا انکے خلافت کا ایک سلسلہ شروع

ہوا جن میں سے ہر ایوان ایک پوری شہنشاہی ساز و سامان شوکت و اہمیت سے معمور تھا۔ اور ہر ایوان کے خاتمہ پر ایک

پہلا رہنما رخصت ہو جاتا اور دنیا ہاتھ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آئے جن کی

تمام جزئیات شیخ نے لکھی ہیں اور زیادہ تر خطیب بغدادی و غیرہ مروضین عہد عباسیہ کی روایتوں سے واضح ہوتی ہیں۔

لیکن سرگزشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ہے، مگر ہم اس وقت

مضطرب ہیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں اور انسانی حکومتوں کے جاہ و جلال کی جگہ ایک داعی حق کے جاہ و

جلال خداوندی کا جلوہ دیکھیں۔

## صاحب الترس

یہاں تک کہ ”صاحب الترس“ یعنی رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا، عہد عباسیہ میں ”صاحب الترس“ کا عہد بالکل ایسا تھا جیسا آجکل یورپ میں Lord Chamberlain یا ٹرکی میں ”وزیر تشریفات“ کا ہے۔ یعنی شاہی ملاقات و حضور کا متوسط و وسیلہ۔ اسکو ”حاجب“ بھی کہتے تھے اور یہ قصر شاہی کا وہ آخری بزرگ ہوتا تھا۔ اسلام نے جب خلیفہ وقت کے لئے کوئی محل ہی نہ بنایا تو اس کے دروازے کے لئے دربان کہاں سے آیا۔ اس لئے خلفائے راشدین کا تمام زمانہ اس عہد سے خالی رہا۔ سب سے پہلے امیر معاویہ نے دہلیز شاہی کی بنیاد ڈالی اور شاہانِ عجم کی روایتیں سن کر حاجب کا عہد اسکے لئے قرار دیا۔

حاجب صحن دربار تک لے گیا۔ صحن کے دونوں جانب کمرن کا ایک سلسلہ تھا۔ جن میں مخصوص وزراء و وزراءِ اذن حضور تک ٹھہرتے اور انتظار کرتے تھے۔ یہاں پچھلے شیخ سے حاجب نے پوچھا۔ آپ کو وضو کے تجدید کی خواہش ہو۔ شیخ نے کہا نہیں۔ حاجب نے کہا ”تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں، دو رکعت نماز نفل پڑھ لیجئے“

شیخ نے نماز پڑھی، اور جب نماز پڑھی تو یہ کہنا غیر ضروری ہو کہ کس عالم میں پڑھی، اور اپنے اس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر کھڑے ہو۔ جسکے کلام حق کے لئے عنقریب ایک انسانی شہنشاہی کے حضور میں جاننا لے لے لے۔

بحرِ عشقِ ندام می کشد غوغائست  
تو نیز بر سرِ بام آگہ خوش تماشائست

واللہ اعلم بالسرائر و ما لعلون،

## ایوان دربار

اب پردہ اٹھا اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کمرہ ارضی کے عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (امون اعظم) اس کے سامنے ہے۔ یہ ننگا ہون کو خیر و کریمنے والا ایک آفتابِ نصفِ انہار تھا، جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا۔ او

سہ الاستیعاب میں حافظ ابن عبد البر نے اس کی تصریح کی ہے۔ نیز تمام مورخین

اسلام کا ابر بے عین ہو۔

غریب الوطن اجنبی کے لئے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر میں اس نکلے سے سوتا نہ ہو۔

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اسے موجودہ حکومت کا سب سے بڑا گردن زدنی کا جرم کیا ہو اس لئے انھوں نے چاہا کہ ماموں کے حضور میں جہد سختی اور بے احترامی کے ساتھ کر سکتے ہیں کہیں اور اسے محرم لوگوں کی طرح دربار میں نہ لائیں۔ چنانچہ اس موقع کے متعلق شیخ عبدالغیر نے اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :-

فانما السرداخذ الرجال مبدی وعضدی، وجعل اقام الیدیم فی ظہری  
وعلی قیدی، وطفوا لیدون فی، نظری المامون وانا اسع صدرة «خلو عنہ»  
وکثر البضیع من الحجاب والنعوار مثل ذلک، فخلوا عنی و قد کا دتیغ عقلی من  
شدۃ الحرعر عظیم ارایت فی ذالک الصحن من اسلح و ہود وراصحن وکت  
قلیل الخیرۃ بدار المینین ما زایا ہتا قبل ذالک ولا دختنا۔

(ترجمہ) پردہ ہٹا اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھوں اور بازوؤں کو پکڑ لیا۔ وہ اس طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے کہ ابٹا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا اور ایک ہاتھ کا منڈھے پر انھوں نے اس طرح سختی اور بے احترامی کے ساتھ چاہا کہ کھجور اندر لے جائیں مگر ماموں الرشید کی نگاہ میں مجھ پر پڑیں، اور میں نے اس کی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ ماموں کے کہنے کے ساتھ ہی اور لوگوں نے بھی اسکی تعمیل میں "چھوڑ دو" "چھوڑ دو" کا غل مچایا۔ اور بے شمار دایا ایک ساتھ بلند ہو گئیں۔ حکم شاہی پاتے ہی خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا، لیکن دربار شاہی کے اچانک نکلے خدام و حجاب کی اس وارد گیر، المالیان دربار کی صداؤں کے ہنگامہ اور رہنہ تلواروں اور اسلحہ جنگ سے بھرے ہوئے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا۔ اور قریب ہوا کہ شدت حواس اور بہت منظر اس

سے ماموں الرشید تخت پر نین تھا، کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور ہارون الرشید سے لیکر مقتدر باقر تک خلفاء عباسیہ کا یہی قاعدا رہا کہ علمی مجالس میں بہتہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے، البتہ صدراوان میں انکی جگہ اور فرق بطلان میں مخصوص تھا ڈاکٹر جی سلیمان نے ابو جحیلہ بعد اسی کی تاریخ حدیث الاسلام کا جو ٹیڑھا ایڈٹ کر کے چھاپا ہے اس میں ایک خاص عنوان جنگ عبا سیکہ کی مجالس علمیہ کے متعلق بھی ہے اس میں تشریح کر دی ہے کہ ہارون و ماموں جب کبھی کسی مجلس مناظرہ و محاذ علمیہ میں یا بہت مجلس میں آتے تھے تو عوام غلارہ و حکمران کی طرح حویلی فرش پر بیٹھتے تھے، اور اندر کی توبہ صاں تھا کہ بڑا اوقاف تھمہ علماء کو مسدود اپنی جگہ دیتا تھا۔

میری عقل متغیر ہو جائے اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھی مین نے اس سے بیٹے محل شاہی کو دیکھا تھا نہ کبھی اس میں قدم رکھا تھا، میری معلومات بھی امیر المؤمنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھی۔ الخ

علماء ارحی کے اس صدق بیان اور راستی فطرت کو دیکھ کر شیخ عبدالعزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قدم سے اپنی کمزوری کی سرگشت لکھ رہے ہیں جو اس موقع میں ان سے ظاہر ہوئی اور اس دربار میں پہنچا کر جسکے جلودان نے قیصر روم کے انچی کو اپنے عہد متزلزل میں بھی مہوت و لایعقل کر دیا تھا۔ وہ بادل نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھ سکے۔

ہر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی۔ اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھ کر وہ کھٹے ہیں کہ مامون الرشید کی آواز برابر میرے کانوں میں آ رہی تھی ”اوصلہ قریبہ“ اسکو اندلاؤ اور مجھ سے قریب کر دے چنانچہ وہ بلا تاہل آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ انھوں نے اس عہد کی زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ اور بغیر کسی عجز و انحناء کے آواز بلند کہا ”السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ اور ساتھ ہی جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ساتھ ہی ایک لمحہ سر سے لیکر پیر تک انکو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد کہا اور آگے آؤ، شیخ آگے بڑھے، پھر کہا، آگے آؤ شیخ اور آگے بڑھے۔ تیسری مرتبہ پھر اسی حکم کو دہرایا۔ شیخ بالکل قریب چلے گئے۔ صاحب آنسر بھی ساتھ تھا۔ اور تندر توج انکو آگے بڑھاتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ان میں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصلہ رہ گیا کہ دو آدمی درمیان میں بیٹھ سکتے تھے۔ شیخ اپنی جگہ پا کر بیٹھ گئے۔ گراں تک ان کے لوہے

سلطان اللہ تعالیٰ باللہ عباسی کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کے لئے ایک سفیر بھیجا تھا۔ جس سے خلیفہ موصوفی نے ”میسر حنی“ میں ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات کی تفصیلی حالت خلیفہ بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہو۔ وہ لکھتے ہیں کہ سفیر دہلیز میں قدم رکھتے ہی بالکل مہوت ہو گیا، سادہ سالان سلطنت دیکھ کر ایسے ہوش و حواس بجا نہ رہے اسے حجاب سے کہا کہ کچھ دیر کے لئے مجھ سے ہٹنا چھوڑ دیا جائے، تاکہ اپنے ہوش و حواس میں آجائے، اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی زیر نگین! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر اسے دربار میں آتا تھا اور ہادی عظمت کو دیکھ کر ہوش ہو جاتا تھا۔ آج جو دم غرور کو سادہ سالان دیکھ کر شرم و خجستہ میں مبتلا و حواس ہو گئے ہیں، اور انکو طاقت کا ایک دیوتا جھکا کر اللہ کی طرح پوج رہے ہیں، حتیٰ کہ ہیبت و حواس کو کبھی خود ادا نہ اس کا ایک لمحہ بھی متاثر نہیں آتا۔ آگے آگے ابتداً عشق میں بہت ہو کر خاک انتہا ہوئے، آگے کے شیطانی چلنے، لیکن راکھ کے طہیر میں چنگاریاں دی و بائی باقی رہی ہیں، اور ہوا کے ایک جھوکے سے پھوٹ کر اٹھتی ہیں، پھر کیا اس چلنے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ پھوٹیں گی، کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا ان پر سے نہیں گذرے گا؟ وہو الذی نزل العیش من بعد اقطار دہوالی الحیدر!

ہیبت و حُب کے اثرات باقی تھے۔

## صاعقہ حق کی پہلی گرج

شیخ جوہنی اپنی جگہ پر بیٹھے ایک طرف سے صلا آئی ”اس کے لئے تو صرف اسقدر کھدینا کافی ہے،  
”بقیۃ اللہ وہم“ (عربی میں تذلّیل و تحقیق کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم میں نے اپنی بوری عمر میں کسی شخص کو اسقدر بد  
صورت نہیں دیکھا۔

شیخ لکھے ہیں کہ میں نے اس آواز کو سنا۔ لیکن اب تک میرے دہلیں ہیبت و حواس کا ٹھنڈا بہت  
اثر باقی تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ کہنے والی کی طرف میں نے نظر اٹھا کے دیکھا بھی نہیں۔

اس کے بعد امون الرشید شیخ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شیخ کا نام، خانمان، البیت، صبریت، تبلیہ،  
وطن، محلہ، مکہ منظرہ، کے بندہ ہاشم کے حالات اور اس قسم کی ادبیت سی باتیں دریافت کیں، جن کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔  
اس کے بعد کہا، ”تھارا بعدا دین آنا اور جامع رصافہ میں کھڑے ہو کر میرے ایک حکم دینی و شرعی کو توڑنا اور مذہبی  
صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا اور پھر مناظرہ کی خواہش کرنا۔ یہ نام حالات میں نے سنے ہیں، اور ابھی  
علماء و ائمہ الخلافہ کو میں نے آج مدعو کیا ہے۔“

شیخ لکھتے ہیں کہ امون الرشید کا یہ جملہ کہنا کہ تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا  
میرے لئے رحمت الہی ہو گیا۔ پھر پر دبار کی ہیبت کا اثر اب تک باقی تھا، گھر سے خلقِ قرآن کی نسبت جب یہ  
قول باطل میں نے سنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑکن اٹھی اور دعوت حق کی غیرت سے میں معذور ہو گیا ساری  
ہیبت و ہمت یک قلم کا فور ہو گئی، اور میں دوبارہ جواب دینے اور اعراباً المعروف کا فرض ادا کرنے کے لئے بالکل  
مستعد ہو گیا۔

امون الرشید کے مجھے ابھی پہلے ختم نہیں ہوئے تھے کہ شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک  
کی طرح ایوانِ دربار میں گونج اٹھی۔ تمام اہلِ دربار اس مبارکت اور بیباکی پر ٹپٹے رہے۔ مگر اسے کسی کی پروا  
نہی، اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ہے کہ کبھی ہوئی آوازیں تغیر شروع کی۔ یا  
امیر المؤمنین میں ایک فقیر الحال طالب العلم ہوں، اپنے وطن اور خانہ خدا کے مقصود جہاد میں تمہارے لئے خلیفہ وقت  
کے مظالم و جبر کی درد انگیز سرگزشت سنی، مجھ معلوم ہوا، کہ حق مظلوم ہو گیا ہے۔ سنت کی روشنی بجھ گئی ہے، بدعت

کی آنکھیں زور شور سے چل رہی ہیں حق کا کہنا جرم ہو گیا ہو۔ اور باطل پرستی کے صلے میں جاہ و عزت کی بخشش ہو رہی ہو۔ جس چیز کا اقرار خدا تعالیٰ نے امت مرحومہ سے نہیں کرایا جن کی گواہی اس کے رسولوں نے نہ دی جس کا اعلان خلفائے راشدین نے نہیں کیا جن کی خلافت طریق نبوت پر تھی، اور جس کے لئے کسی ایک صاحب رسول اللہ کی زبان کو بھی حرکت نہیں ہوئی اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان ہر مومن کے لئے شرط قرار دے رہا ہے، جو ہر وہ الرشید کے گھر میں پیدا ہوا اور وہ ہادی کا لڑکا تھا، اسے نہ تو تابعین کو پایا نہ اصحاب رسول اللہ کو دیکھا نہ عبد نبوت کی برکتوں میں اس کا کوئی حصہ ہے تاہم وہ شریعت الہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہو جسکو تابعین نے نہ جانا، اگرچہ دنیا سے مومن گئے صحابہ نے نہ جانا اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی ان پر نہ پڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر لئے کچھ نہ کہا حالانکہ صاحب وحی و رسالت تھے»

شیخ عبدالغیز اب وہ عبدالغیز نہ تھا جسکو عمر بن سعد نے کو تالی میں اپنے سامنے کھڑا کیا تھا اور جو دیار مامونی کے دروازے میں قدم رکھتے ہی اس کی ہیبت و جلال سے لرز اٹھتا تھا، اب وہ ایک دوسری ہی روح تھی، جو دنیا کی تمام جمالی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلیٰ ہو کر صرف رب السموات والارض کی قدسیت سے فیضیاب جلال و قواریت تھی امداموں الرشید اگر تمام کرہ ارضی کی بکھری ہوئی طاقتوں کو جمع کر کے اپنے ساتھ لے آتا جب بھی اس کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔

شیخ کے جوش و خروش میں ایک نیا طرز بیان، مساویانہ مقابلے، اور ہنگامہ ساز آواز کی ہولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اس طرح دم بخود کر دیا کہ (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا ہوش نہ تھا حتیٰ کہ جب انھوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھ ذکر کیا، جب بھی نہ ان حجاب و خدام بارگاہ کی تلواروں کو حرکت ہوئی، جو اسے دیکھتے ہوئے دربار میں لا رہے تھے اور نہ ان اُمر و رُوسا کی زبانیں ملین سخن نے اسے کم و چہرہ کی حقارت کی تھی۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یخزفون، شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

آہ اہم ہوا کا وہ جھونکا ہوا جس سے شریعت کی آگ تونہ روشن ہو سکی، مگر اسے سنت کے چراغوں کو گل کر دیا، تم سب اب خلافت کی وہ رد ہو جو بدعات و محدثات کی خس و خاشاک کو تو نہ بھاسکی مگر اسے حق پرستی کے تناور درختوں کو گر دیا۔ تم امارت و سیادت کی وہ تلوار ہو جو بطلان و ناحق کو شہ کی فوجوں کو تونہ قتل کر سکے پراسنے اب اب حق کے امیروں کو اپنی برش و روانی کا تختہ مشق بنایا! اب تک تھا تو دعویٰ رسول کی جانشینی کا



رہا تھا۔ مگر لے مامون بن ہارون! قراب رسول کی جانشینی ہی کا نہیں بلکہ رسول سے زیادہ حق رسالت کا مدعی ہو گیا ہے  
 رسول خدا نے امت سے اسکا اقرار کبھی نہیں کرایا کہ وہ کلام اللہ کو غیر مخلوق کہیں، مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان  
 نہیں ہو سکتا جب تک وہ بطلان کے اس کلمہ پر ایمان نہ لائے، تو نے صرف اس مجرم پر کہ ارباب حق نے صراطِ مستقیم  
 سے انحراف نہ کیا جو خدا کے رسول اور اس کے تربیت یافتہوں نے اُنکے آگے کھول دی ہو اپنے جبر و جود کی تلوار میان  
 سے کھینچی۔ اور اُمّیین کا فردن کی طرح قید خانوں میں قید کر دیا۔ رسول اللہ کی سنت کے اتباع کے لئے تیرے  
 پاس سزا و عقوبت ہو، اور بدعت و ضلالت کے لئے پیشوائی و بادت کی عزت! خدا کے رسول نے ذمہ کو امانی ہی  
 ہے۔ مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کے اُلو امان نہیں ہو۔ لے مامون! اللہ سے ڈر، اسکے عذاب کی پیرٹ سے کانپ جین  
 بہت ڈھیل ہو۔ مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ وہ زمین کے ائمہ و ظفار کو تلوار بختا ہو تو اُن سے بھین بھی لیتا ہے،  
 تم سے پہلے دمشق کے ائمہ جو نے مسلمانوں کا خون مباح کیا۔ مگر تمھارے ہاتھوں سے اسکا خون بھی مباح کیا گیا، ہم  
 کہ تمھارا خون بھی کسی کے ہاتھوں مباح کیا جائے، تم اُنکے تحت کے وارث ہوئے ہو، مگر اُنکے جبر و طغیان کی دوا نہ ہو  
 جو اُن جو اُن وقت گذرنا چاہتا تھا شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا، سارے دربار پر ایک بخور کا سبب  
 طاری تھی، فوجوں کی قطاریں جسے ڈرانے کے لئے نکالی گئی تھیں، امراء و ساسا کا پُر عظمت جلوہ زار اُن کو جلی گونگا  
 اور رقت کو معطل کر دینا چاہتا تھا۔ خدام و حجاب کی برہنہ تلواریں جسکو سزا دینے اور ایک ادنیٰ اتارہ شاہی پرتل  
 کر دینے کے لٹو چمک رہی تھیں، اور جو ایک فقیر الحال اجنبی اور بیس مجرم کی طرح بغداد کی کوٹوالی میں کھڑا کیا گیا تھا  
 حق کی شاہنشاہی کو دیکھ کر وہی شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اسی طرح بادشاہوں کی طرح مضبوط ہو رہا  
 اور شاہنشاہوں کی طرح حکمرانی کر رہا ہے، گویا بغداد کے تخت پر مامون کی جگہ اسکو بٹھا دیا گیا ہو اور ایوانِ دربار  
 کے اندر اور باہر جو کچھ ہے وہ مامون الرشید اعظم کے لئے نہیں ہو بلکہ عبدالعزیز بن محی اللکنانی کے لئے ہے! اور پھر  
 دیکھ کہ ان حیدر لمحوں کے اندر کوئی چیز بھی نہیں بدلی۔ وہی مامون ہو وہی اسکا تاج و تخت ہو، وہی اسکے ارکان  
 و وزراء ہوں۔ وہی فوجیں ہوں، وہی اُن کی بے نیام تلواریں ہوں وہی مجلس مناظر ہو۔ اور وہی عبدالعزیز کا جبر و جود  
 و جود تنہا لیکن صرف ایک چیز بدل گئی، یعنی عبدالعزیز کا دل اور اس کے ایمان و حق پرستی کی روح الہی، سہا  
 ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھ ہی تمام کائنات کی جسم و طاقت میں انقلاب عظیم ہو گیا، جبرائیلان فکر کے لٹو تھے  
 خود معذور ہو گئے جو بائین حکم کے لئے یقین خود محکوم ہو گئے جو ہاتھ کتاب کے لئے تھے خود معقوب ہو گئے جو کچھ  
 سحر و ساحری کے لئے یقین خود مسح ہو گئے۔ من لہ المولیٰ فلہ العیون!

شیخ نے تقریر جاری رکھی اور خلافت اسلامی اور اس کے فرائض کی طرف متوجہ ہوئے اور بکثرت قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کی تفسیرات بیان کر کے دکھلایا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیا ہونا چاہئے اور خلفائے عباسی علیٰ انھیں اصولون الرشید کے اعمال کیسے ہیں؟ پھر انھوں نے خلفاء راشدین اور عامۃ صحابہ کے اتباع کتاب سنت اور اجتہاد بدعات و مذمات کا حال بیان کیا، اور اپنے شیوخ حدیث کی سلسلے میں چند حدیثیں روایت کیں، جنہیں خلافت راشدہ کے بعد فقہ و فتنا پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی، اور بتلایا گیا تھا کہ نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لائے جائیں گے اور انھوں کتاب سنت کی راہ سے منحرف کرنے کی کوشش ہوگی۔

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایت کیں۔ ان میں عبداللہ ابن ابی نعیم، ابو حنیفہ بن عبد اللہ ابن ابی الدنایہ، امام بخاری کے والد ہیں۔ نیز عبدالرزاق! فی بنی جو حضرت امام حنبل کے شہو شیوخ میں سے ہیں۔

شیخ نے سالے میں اپنی دوسری تقریر نقل کی جو جوہر صفحہ ۱۱۱ میں آئی ہے۔ سالے کی حافل اس وقت پیش نظر ہے وہ نسکب کا غلطی تعطیل پر کھما گیا ہے، اور صفحہ ۱۱۱ میں ہے، لیکن بخون طوالت بقیہ تقریر کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ تقریر کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا۔

”لے امیر المؤمنین! خدا تعالیٰ نے ہم سے، اپنے کلام کی نسبت صرف یہی اقرار چاہا ہے، کہ وہ اللہ کا آواز ہوا کلام ہے۔ جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اور اس کی زبان عربی ہو جیسا کہ فرمایا  
 وَاَنْتَ عَلَیْ رُوحِ الْعَالَمِیْنَ، نَزَلَ بِرُوحِ الْاَمْنِ عَلٰی قَلْبِکَ لَتَوْنِ مِنْ الْمُنْذَرِیْنَ  
 بلین عربی میں۔“

اسے کہیں بھی ہم سے اسکا اقرار نہیں کیا ہے، کہ تم قرآن کو مخلوق کہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس جز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا۔ جب کبھی کوئی کافر مسلمان ہوتا تھا تو آپ اس سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لیتے، اپنی رسالت پر گواہی دلاتے، اور اسکا ان کی طرف دعوت دتے لیکن یہ نہ کہتے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرو۔ پھر تمام اصحاب رسول اللہ کا بھی یہی حال رہا، اور باوجودیکہ ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے۔ انھوں نے کبھی بھی اس حد سے قدم باہر نہیں نکالا، جو قرآن و سنت نے قرار دیدی ہے۔ پس لے امیر المؤمنین! سمجھو کہ کیا ہو گیا ہے کہ امت مرحومہ کے لئے رحمت ہونے کی جگہ عذاب بتایا جاتا ہے؟ اور جب تک کوئی مؤمن قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے تیری تلوار سے نجات نہیں پاسکتا؟ واللہ

کہ یہ بدعتوں اور فتون کا یہی میلاب ہو جس کے اُسنڈنے کی ہکوتیر دی گئی تھی، اور جس سے اصحاب رسول اللہ نے ہمیشہ بیزاری کی تھی۔ مگر انہوں اور بدعتیوں کا یہ تمام گروہ جو تیرے گرد جمع ہو گیا ہو اور جبکہ صراطِ مستقیم سے ہٹ چکا رہا ہے۔ کیا تیری نظر میں ان کی دلیلوں کی اس سے زیادہ وقعت ہو۔ جو رسول اللہ اور انہو اصحاب کو خدا نے دی ہے؟ اگر توحید اور عدل ہی ہو، اور خدا کی تمام صفوں سے، انہو کے بغیر کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے، جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان بھی باقی نہیں رہتا؟»

اس کے بعد انہوں نے جمہور میں صفواں کا ذکر کیا جسے سب سے پہلے خلقِ قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی اور اپنے اساتذہ کے سلسلہ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیہ صحابہ نے کس طرح اس قول پر غصہ ختم کیا، اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیا۔ مسلمانوں کو اقتساب و احتراز کی وصیت کی، پھر کہا،

»صرف امیر المومنین ونبی عن النکیر کا فرض تھا جسے مجھے یہاں تک پہنچایا۔ اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا ولی ہو مجھے تیری مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے کی توفیق دیکر میں نے جو کچھ کہا ہو اگر حق ہو تو اسکی تصدیق کر، اور ان مفسدون کا ساتھ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں۔ اگر حق نہیں ہو تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا۔ اور جبکہ جھٹلانا کہ میں اس پر حق ہونے کی راہ پاسکوں جبکہ سلف میں سے کسی نے بھی نہ جانا۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی سنت اور اسکا طریق ہو کہ انہوں نے حجت پیش کی اور مستکین سے حجت طلب کی، لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہو جنہوں نے راہِ حجت و برہان میں اپنے کو ناکام پا کر جو دھڑکے واسط میں پناہ لی تھی، اور کہا تھا کہ تم فساد و انحراف کا اہم ان کو تم قائلین، ابراہیم کو آگ میں جلا دو۔ اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو جنہیں معبود ہونے پر تم کوئی حجت نہیں لاسکتے۔ ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کی نصرت کے لئے حجت و دلیل نہ تھی۔ اس لئے وہ حضرت ابراہیم پر جو دھڑکے اور ظلم و ستم کر کے اپنے اعتقاد کو منسوخ و فتنہ کرنا چاہتے تھے۔ پس اگر دلیل و حجت کی سنت کی جگہ تم ظلم کی سنت پر تو عمل کر گیا، تو یاد رکھ کہ بدعت ابراہیم علی کی سنت نہ ہوگی۔ بدعت نمرودی کا اتباع ہوگا بائیں مہر پیر و ان ابراہیم علیہ السلام اس کے لئے بھی تیار ہیں اور تو دیکھ رہا ہے کہ اگر میں اسے لئے تیار نہ ہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا»

یاد ہوگا کہ جب عبدالعزیز دہلوی میں پہنچا تھا، تو ایک طرف سے آذان لگتی تھی، اس شخص کے لئے تو صرف یہی کہ دنیا کافی ہو کر قبح اللہ دیکھا، خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو اس سے زیادہ بڑھل نہیں دیکھا،

شیخ نے یہ جملہ سنا تھا، مگر اس وقت خاموشی اختیار کر لی تھی اب وہ اس طرف متوجہ ہوئے۔

”اور اے امیر المؤمنین! تو نے کہا ہے کہ میری خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کے لئے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہو۔ لیکن میں نے دربار میں آئے ہی سب سے پہلے جو آواز سنی اسی سے معلوم ہو گیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کے نیرادلون کے علم و حجت کا کیا حال ہو؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟ پھر کیا وہی لوگ مجھ سے مناظرہ کریں گے جن کے پاس سب سے بڑی دلیل بطلان حق کے لئے یہ ہے کہ جہنم و خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا؟ اور میں ان کی نگاہوں میں جہیل و حسین نہیں؟ اے امیر المؤمنین! میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایدان و دربار کی دیواروں پر سینے ہوئے ہیں اگر خوشنما نہ ہوتے تو تو ان کو ملامت کرتا یا ان کے صنائع اور صنائع کے ظلم کو اگر تیری ملامت صنائع تک پہنچتی تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کر کے انھوں نے صنائع کائنات پر ملامت نہیں کی اور اس کی صناعت کو ذلیل نہیں ٹھہرایا؟ کیا یہ وہی توحید ہے جس کے یہ لوگ مدعی ہیں اور جو کاہل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جائے؟ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جمال و جہاں اور حسن حقیقت عطا فرمایا تھا، لیکن بادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکال کر تنگ و سلطنت عطا کی تو انھوں نے کہا۔ ”جعلنی علی خزائن الارض انی حقیقۃ علیم“ اے بادشاہ اپنی سلطنت میرے سپرد کر دے میں حفاظت کر لوں گا اور صاحب علم ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ انی خزائن جہیل، مجھے سلطنت دے دے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں۔“

## مامون کی محویت

شیخ لکھتے ہیں :-

”میں جب تک تقریر کرتا رہا، مامون اس طرح ہلکی گنگائی میری جانب بھگوان تھا، گویا پتھر ہے۔ جہین مذکور ارادہ ہو نہ روح اثنائے تقریر میں کئی بار میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں نہ ہونگی کھلتیں اور قریب تھا کہ ان سے آنسو بہ نکلے۔ یہ حال دیکھ کر تمام اہل دربار متحیر تھے۔ اور جب کہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے، تو انھوں نے دیکھا کہ شدت تاثر و دعوت سے وہ خود ہی بے حال ہو رہا ہے اب میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہو گیا۔ کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کے لئے قتل کے ہوا اور کچھ نہیں رکھتا تھا وہ کس طرح صاف و ساکن بٹھایا ہو اور جو کچھ کہہ رہا ہوں سن رہا ہے؟ حالانکہ وہ اللہ کی نصرت حق سے بیخبر تھے اور نہیں جانتے تھے

کرب کچھ اسی کے اختیار میں ہو اور وہ جو چاہے کر سکتا ہو۔“

## امون کی تقریر

شیخ جب تقریر ختم کر چکے تو امون الرشید کچھ دیر تک خاموش رہا، پھر کہا۔  
 ”اے عبدالغیز اللہ بقیہ رحم کرے تو نے جو کچھ کہا میں نے سنا اور جن جن چیزوں کو تو نے میری  
 طرف نسبت دی انکے لئے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا، الحمد للہ کہ میں ان سے بری ہوں، میں بندگانِ خدا  
 پر ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ انکو حق اور توحید کی طرف بلاتا ہوں۔ جسکو دلیل دُرُبان اور کتاب اللہ نے مجھ پر ظاہر  
 کیا ہے بایں ہمہ یقین کر کہ میرا علم میرے غضب پر غالب آدیکا، اور خدا کی قسم میں تیری سختی اور دشمنی کی وجہ سے  
 اپنا اہتمام تجھ سے نہ لوں گا بلکہ تیری دلیلوں کو سنوں گا اور تیرے براہین کو وزن کروں گا۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ تو  
 حق کی غیرت رکھتا ہو اور اس کے لئے بے باک ہو۔ تو نے اپنے گھر کو دینا کے لئے نہیں چھوڑا جسکو تو حق یقین  
 کرتا ہے۔ حجت حق اس کی سختی ہو کہ تیری غرت کی جائے اور تیری کوئی سختی مجھ کو اس اعران سے نہیں لوک  
 سکتی میرا تیرا معاملہ آپ صرف حق و باطل کا ہے۔ اگر تیرے پاس حجت ابراہیمی ہو تو پیش کر جسکی پیروی کے لئے  
 تو یہاں تک آیا ہو اور جب تک تو قرآن کی اس شہادت اور عقل صریح کی اس دلیل کو نہ جھٹلائے جو قرآن کو  
 مخلوق ثابت کرتی ہو اُسوقت تک تجھے حق نہیں ہو کہ اپنے آپکو حجت ابراہیمی کا یہ دو ثابت کرے۔ حجت ابراہیمی۔  
 تھی کہ جب منکر خدا نے اس سے جھگڑا کیا تو حضرت ابراہیم نے کہا، ”اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہو۔ اگر  
 تجھکو اس سے استغاثہ ہو تو تو مغرب سے بہکال، دیکھ یہ حجت ایسی تھی جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ جس نے اپر  
 گواہی دی پس تو بھی حجتِ لا اور صاحبانِ علم و صحیح سے مناظرہ کر۔“

امون کے آخری لفظ یہ تھے۔

”وَقَدْ جَمَعْتُ الْخَالِفِينَ لَكَ لَتَنَظُرَ بَيْنَ يَدَيِ دَاكُونَ اَنَا الْحَاكِمُ بَيْنَكُمْ فَاَنْ تَبَيَّنَ

الْحُجَّةُ لَكَ عَلَيْهِمُ وَالْحَقُّ مَعَكَ اَتَبْتَكَ وَاَنْ تَكُنَ الْحُجَّةُ لِمَ عَلَيْكَ عَاقِبَاتُكَ“

”اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو ان سے میرے سامنے مناظرہ کرے اور میں ہنزلہ

ایک حاکم کے تم دونوں فریق کے لئے ہوں (یعنی خود کوئی فریق نہ ہوں) پس مناظرہ کر اگر تیری حجت تیرے مخالفین  
 پر واضح ہو گئی اور حق تیرے ساتھ ثابت ہوا تو ہم تیری پیروی کریں گے، اور اگر تو حجت نہ ملا سکا اور حق نے تیرے

مخالفین کا ساتھ دیا، تو پھر ترے لئے اس کی سزا ہے۔

## آغاز مناظرہ

شیخ نے مناظرہ کے لئے پوری آمادگی ظاہر کی، اور امون نے بشر بن ربیع بن مضر بن عبد کو حکم دیا کہ مناظرہ شروع کر دے۔ بشر اپنی جگہ سے اٹھ کر امون کی نشست گاہ کے قریب آیا اسکی تمام جماعت اسکے ساتھ تھی، امون نے خود بھی فیصلہ کر دیا تھا کہ دلیل بشر پیش کرے گا، اور شیخ جواب دے گا۔ خلیج از موضوع کوئی بات نہیں کی جائے گی دلائل کا تمام دار و مدار صرف قرآن کی اندرونی شہادت پر ہوگا۔ اور ہر فرق پر سے ضبط و سکون اور کشادہ دلی کے ساتھ مخالفت کی تقریر سنے گا۔ امون نے دونوں فرق کو مخاطب کر کے اس باب سے مین جو تقریر کی وہ نہایت دقیق ہے، اور گویا آداب مناظرہ پر ایک بہترین درس ہو جو بقدر حصہ شیخ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہو ہم کسی دوسری صحبت میں اسکا ترجمہ کریں گے۔

اب مناظرہ شروع ہوا، بشر کے بعد دیگرے قرآن کریم کی آیات پیش کرتا اور شیخ اسکا جواب دیتے پھر رد جواب کا سلسلہ جاری ہوتا۔ شیخ نے حرف بحرف تمام مناظرہ نقل کیا ہو اور پوری شرح و بسط اور انصاف و عدالت کے ساتھ مخالفہ کی تمام دلیلوں اور تقریروں کو بھی قلم بند کیا ہو۔

بشر ربیع کی طرف سے جو قدر آئین قرآن حکیم کی پیش کی جاتی تھیں، اسکے جواب میں خود قرآن ہی سے عبد الغیز استہدایت لاتے اور ثابت کر دیتے کہ ان آیات کو خلق قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔

اس سلسلہ میں حروف و اصوات کی بحث بکل آئی۔ جہم بن صفوان نے اگرچہ نفی صفات کی بنا پر خلق قرآن کا دعویٰ کیا تھا، لیکن بشر ربیع کا اعتقاد اشارہ کے اعتقاد سے اقرب تھا، وہ زیادہ تر حروف و اصوات عربیہ کے حدوث و خلق پر زور دیتا تھا، اور کلام اللہ اور قرآن عربی میں تفریق کر کے اس قرآن کے خلق و حدوث کو قطعی قرار دیتا، جو عربی زبان میں ہم پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبد الغیز نے ثابت کیا کہ جو قرآن آمارا گیا وہ عربی میں تھا حسیہ کہ جا بجا فرمایا۔ آنا از لسان قرآن عربیہ یا کہا، لسان عربی مبین پس وہ چیز جو عربی زبان میں آتری تھی اگر عربی تھی، تو قطعاً عربی کے حروف و اصوات ہی میں تھی، ان سے جو وہ نہیں ہو سکتا اور وہی کلام اللہ ہے۔ پس کلام اللہ عربی میں آرا، اُسی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کیا، اور وہی ہماری زبانوں سے بھی بھلتا ہو۔ کوئی دوسری چیز نہیں ہو۔

## فتح و شکست کا آخری میدان

سلسلہ بحث طرہ تاجا تھا۔ اور مومن کا یہ حال تھا کہ کبھی شیخ کے حق و جواب کی زد دیتا، اور کبھی بشر کے استدلال و استدشہاد سے خوش ہونا کہ یکایک بشر نے کہا،

”میں اپنے اور تمام دلائل و براہین کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ اس طرح روؤ کہ میں کوئی نتیجہ نہیں پہنچا سکتا۔ اب صرف ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دو۔ تمام بحث کا اجماعی خاتمہ ہو جائیگا۔ اوجہ اعتراف کے بغیر تم کوئی راہ نجات اپنے سامنے نہ پاؤ گے۔ یہ کہہ کر اس نے سوال کیا۔

قرآن نے صدام مقام پر اللہ کو خالق کل شئی کہا ہے یا نہیں؟ یعنی خدا ہر چیز کا خالق ہے۔

شیخ نے کہا: ”ہاں وہی ہر شے کا خالق ہے“

بشر نے کہا: ”قرآن بھی شے ہے یا نہیں؟“

شیخ نے کہا: ”شے کی حقیقت میں لو پھر جواب مانگو، بشر زیادہ تیز ہو کر بولا: ”میں اود کہہ رہا ہوں،

نہیں چاہتا، پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ قرآن بھی ”اشیا“ میں داخل ہے یا نہیں؟

شیخ نے پھر کہا: ”راجھا تھا ارطرس سوال ہی غلط ہے۔ اس میں دھوکا ہے۔ تمکو چاہئے کہ صبر و ضبط کیسے لکھ

پہلے میری تقریر میں لو۔“ بشر نے کہا: ”تقریریں بہت ہو چکی ہیں، امیر المؤمنین کو نتیجہ، مناظرہ کا انتظار ہے اب اود کسی تقریر

کی ضرورت نہیں۔ تم میرے سوال کا جواب دو“

شیخ نے پھر جواب سے اعراض کیا، اس پر بشر نے مومن سے کہا: ”یا امیر المؤمنین حاکم کا فرض عدل و

انصاف ہے، آپ حاکم ہیں، اگر عبدالغیر حجت رکھتا ہے تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟

”یہ حالت دیکھ کر محمد بن جہم معتزلی نے پکارا ”ظہر امر اللہ وہم کا رہوں! بشر کے گروہ میں سے ایک اود

شخص اللہ سٹھرا ہوا، اور چختر کہا: ”یا امیر المؤمنین! جاور الحق و ذوق الباطل ان الباطل کان ذوقا۔“ شیخ عبدالغیر

لکھتے ہیں کہ خود بشر بھی اپنا جوش و غضب نہ روک سکا اور بار بار کہنے لگا: ”ولکن قد کار لشیخ علی القنطرة“ یعنی

بالآخر شیخ سگڑھا ابل دیکھ کر ٹھیکہ گیا اور آگے نہ بڑھ سکا۔

شیخ نے اعراض دیکھ کر مجلس کو یقین ہو گیا کہ شیخ کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہیں اور اس نے قنوار

رکھ دی، اگر وہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن بھی شے ہے اور امتیاز میں داخل ہے، تو لازمی طور پر اتنا پڑتا ہے کہ اللہ ہر شے کا

خالق ہر ادھر شے مخلوق ہو۔ پس قرآن بھی مخلوق ہو۔ اگر نہیں مانتا تو عقل و دہانت سے انکار کرنا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن بھی اشیاء میں داخل ہو۔ یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ وہ شے نہیں۔ اگر شے نہیں تو کیا ہو؟ خود امون الرشید کا بھی یہی خیال تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ شیخ عبدالعزیز بالکل بے بس ہو گیا ہے، اس لئے جواب سے بچنا چاہتا ہے۔ اسے پہلی مرتبہ غضبناک ہو کر شیخ سے کہا:-  
یا عبدالعزیز! تجھے کیا ہو گیا ہے کیوں سوال کا جواب نہیں دیتا؟

## ”اعلان حق“

شیخ لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت اس وقت میں کش مکش میں مبتلا ہو گیا تھا، اور صاف نظر آتا تھا کہ قرآن کے ”شے“ ماننے کے ساتھ ہی یہ سب لوگ شور مچا بیٹھے کہ قرآن کا مخلوق ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن امون کے غضبناک ہوتے ہی اللہ نے میری مدد کی، اور یہ ایک راہ کامیابی دکھلائی دی۔

شیخ نے کہا، ”مجھ کو جواب دینے سے انکار نہیں۔ لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہو۔ اس میں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے۔ اس لئے میں پہلے اسے صاف کرنا چاہتا تھا، مگر اب اگر امیر المؤمنین کو اس پر اصرار ہو تو اچھا میں تسلیم کر لیتا ہوں کہ قرآن بھی اشیاء میں داخل ہو۔

”یہ اقرار سنئے ہی بشر اچھل پڑا“ اور بشر اور امون الرشید ایک ساتھ بول اٹھے،

”اگر قرآن بھی اشیاء میں داخل ہو تو قرآن کتنا ہو کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہو اور تمام اشیاء اور مخلوق ہیں، پس قرآن کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کر لیا“ شیخ نے گرج کر کہا،

”ہرگز نہیں! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا، قرآن کتنا ہو۔“ و بعد کہم نفسہ نبی اللہ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے“ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہو۔ اور پھر قرآن کتنا ہو کہ کل نفس ذائقۃ الموت، ہر نفس کے لئے ضروری ہو کہ وہ موت کا مزہ چکھے، پس اگر اشیاء میں قرآن داخل ہو کر مخلوق ہو گیا، تو کیا خدا بھی کل نفس میں داخل ہو کر اور نفس ہو کر موت کا مزہ چکھ سکتا؟

شیخ عبدالعزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سنا نا چھالنا۔ اور ایسا معلوم ہوا، گویا یہ الفاظ انہیں تو ایک بجلی جھلکی جیسا کہ کوئنگی، اور تمام سنا ہوئے کو خیرہ اور بولوں کو دہلا گئی۔ خود بشر مرستی مہبوت ہو کر دیکھنے کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ تو قس الحق و بطل ما کا تو یعلون :-





بشرِ مکی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا۔ شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجت کا اعلان آخری تھا!

## خاتمہ

بشرِ مکی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا۔ شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجت کا اعلان آخری تھا!

امون الرشید نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جائے اور عبدالعزیز سے مخاطب ہو کے کہا:-

”اگرچہ اس سلسلہ کا فیصلہ ہمارے آج کی صحت میں نہ ہو سکا، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے مخالف کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس کی کسی دلیل کے آگے میں نے تجھ عاجز نہ پایا۔ تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے، تیری جرأت و ثابت قدمی تیری فضیلت کا اصلی جوہر ہے، تو نے جس بیخونی اور بے جا جگری سے میرے حضور میں زبان کھلی اور جن طرح میرے جلال و غضب اور موت و ہلاکت کے خون سے بے پرواہ ہو کر تعمیر کی دانستہ کہ میں اس کی قدر کر دینگا اور تیری درستی و طرح گوئی کو اپنی قدر و اندین اور علم سے ٹھکا دون کا میری طرف سے تیرے لئے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہو۔ اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہو کہ میری مجلس علم کا تعلیم ہو۔ تو اب بدیۃ الاسلام میں قیام کر اور ہر مہر کے دن میری صحت علم میں شریک ہو“

شیخ کہتے ہیں:- ”اسکے بعد امون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیام گاہ پر بھیجا جائے تیر قیام کے لئے ایک سجا سجا محل سرکاری بھی مرحمت ہو۔ پھر تلوار کی نیام پر ہاتھ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا۔ تمام اہل دربار اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں جب رخصت ہونے لگا۔ تو امون مسکرایا اور کہا آج تو نے اپنی بیوی ہی طاقتور حریت پر نشہ بانی“

اسکے بعد کہتے ہیں:- ”میں جب دوبار سے بنگلا تو تمام نو نوں کو راستوں“ دو کاف“ اور کوٹھن چچم براہ پایا۔ لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرأت کا کیا نتیجہ نکلتا ہو؟ جب انھوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس جا رہا ہوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رہا ہوں تو ان کی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے اور آداب حق کی فتح پر خوشی منانے کے لئے ہجوم کرتے اور مجھ سے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو ہتھکے میں ڈالتے، حتیٰ کہ جوشِ خلافت اور شدتِ ہجوم سے میں عاجز آ گیا۔ اور گھر تک پہنچنا دستاورد نہ ہو گیا“

ایکے بعد جب تمام علمائے شہر دامغان کو واقعات مناظرہ کی خبر ملی تو ان میں غیر متوجہ یا نیدھی رہے۔ سجدہ شکر بجالائے اور اس ایک نمونے نے ہزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا۔ جو جوت جان دال سے اظہار حق نہیں کر سکتی تھیں، پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھ کر کسی کو جرأت نہیں پڑتی تھی، لیکن اب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر جرأت ثابت قدمی کے ساتھ حق کا اعلان کیا جائے تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی، اور ہر شخص کا مایابی حاصل کر سکتا ہے۔ صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور مجلس مناظرہ کے حالات چوتھو میں روایت کرتے کرتے ٹھک گیا۔ یہاں تک کہ خبر دود و دھواں پھیل گئی، اور حجاز و دمشق تک سے لوگ دریافت کرنے کے لئے آئے لگے، تا عاجز اگر مین نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کروں تاکہ ہر شخص اس کو پڑھ کر حق کی فتح اور باطل کے خذلان کی سرگزشت معلوم کرے۔

## استدراک

۱۔ شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں کہا ہے۔ ”خدا نے مسلمانوں سے خلق قرآن کا اقرار نہیں کرایا۔ لیکن ایک انسان کو تباہی (یعنی مامون) جو ہاروں کے گھر میں پیدا ہوا اور ہاروں ہادی کا بیٹا تھا۔“ شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ہارون ہادی دو نو محمد بن مسعود لقب بہ ہمدی کے بیٹے ہیں۔ ہمدی کے بعد تیرہ ماہ تک ہادی تخت نشین رہا۔ اس کے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے۔

۲۔ تقریر میں انھوں نے کہا۔ ”تم سے پہلے آنے جو رتھے جو کچھ کیا اللہ نے اسے تم کو تم کو کھرا کر دیا۔“ یہ اشارہ نبوۃ اللہ کی طرف تھا، جن کو ہلاک کر کے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی۔

۳۔ اس سرگزشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ہمارے موجودہ عہد کے علمائے سلفہ کے ان واقعات کو چھین، اور عبرت پھرین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ حق ہو۔ وہ اصلی حقیقی فرض ہو جہاں سلام نے علمائے سرور کیا ہے۔ اگر اس فرض کو انکا علم و عمل خالی ہے تو انکو یقین کرنا چاہئے کہ انھوں نے اپنی ہمتی شادی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھاس ان سے زیادہ قیمتی ہے۔

ختم شد

# نامزدوں کے اولادوں اور کمزوروں کو نیک صلاح

دولت کی خواہش، عزت کی تمنا، شادی کی خوشی، اس محبوبہ انسان کو کیا ہو سکتی ہے جو قیمتی سے بچپن کی غلام کاریوں سے آغاز شباب میں اپنی جوانی کو برباد کر چکا ہو۔ اور اور شادی کے وقت اپنا منہ چھپاتا ہو۔

**لطف زندگی** از دل کے لئے نہایت مجرب ہے، نامزدی جریان، سرعت، رقت اختلا، لاعز، کجی، کمزوری و دل و دماغ، چہرہ کی زردی، تپان، درد کمزور و درمراضع، جگر، آنکھوں کی تپش، ہاتھ پاؤں کا کاپنا بد خوابی سسی کے لئے نہایت مجرب ہے، اور بھوک بڑھاتی ہے۔

**لطف زندگی** بیکار و بھوک کو مانند فولاد سخت۔ طاقت ور، اور عفو یا جلتی سے اگر چڑھتی ہو گئی ہو، یا ختم آگیا ہو، یا وقت پر یا بوسی ہوتی ہو، عورت کے نام کو نفرت ہو گئی ہو، ان سب خرابیوں کو دور کر کے چہرہ کا رنگ مثل گلاب کے نکھار دیتی ہے بنیس تین برس کے بایوس العلاج مریمیون کو صرف ایک شیشی مست کر دیتی ہے اور ضبط کرنا دشور ہو جاتا ہے۔

قیمت مدہ محصول ڈاک صرف تین روپیہ ہے۔

علی کا پتہ

جنرل منیجر نیشنل میڈیکل ہال بجنور (ایو۔ پی۔)

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برسن کی تیار کردہ مسٹرنی کا فوری بختری اہمیت  
 خواہدورت چلے گا غریب چھپی ہے اگر دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک خط لکھ کر بھیج دیجئے۔ مذکورہ  
 آپ کی خدمت میں روانہ کر دی جائے گی

## خاص ڈاکٹر ایس کے برسن کی میا خانہ کا تیار کردہ کیشن راج تیل فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے

آج کل میڈیٹرن قسم کو خوشبودار تیل بازاروں میں کہتے ہیں۔ جو ظاہری چمکے ہوئے اور خوشبو میں ایک دوسرے پر جڑ کر  
 ہوتے ہیں۔ مگر ان تیلوں میں ٹارٹر آئل عموماً جزو ہوتا ہے۔ جو جگہ فائدہ کے دماغ اور بالوں کو سخت نقصان  
 پہنچاتا ہے۔ ایسے تیلوں کو چند روزہ استعمال سے بال بوقت سفید ہو جاتے ہیں آنکھ اور دماغ کو خاص تعلق ہوا ہے  
 ایسے تیل دماغ میں گرمی پہنچا کر آنکھ بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نو جوانوں کو بوقت چشمہ کی ضرورت  
 ہو جاتی ان سب خرابیوں کو مد نظر رکھ کر کیشن راج تیل کی تیاری میں خوشبو زیادہ فائدہ بخشا گیا ہے اور کھانے  
 سے بچنے میں مضبوط اور بال میں بہتر کر سیاہ اور گھونگروالے ہو جاتے ہیں دماغ کو ٹھنڈک اور دلکو فرحت پہنچاتا ہے قیمت  
 فی شیشی ۷۰ محمولہ ڈاک

## ہیملک

یہ ہر قسم کے کھانے اور دوا تھہ۔ صبح۔ گناٹھ۔ کلٹی۔ جھالی۔ مہاسہ جکھنما تھہ پانک کا پھٹنا۔ دھکپان۔ بواسیر  
 آگ سے جھلے ہوئے گھٹاؤ۔ جلن۔ جھٹکا۔ وجہ درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے حکم میں ہے۔ جی۔ کڑی۔  
 رتی۔ پیچہ وغیرہ کو کاٹے ہوئے جگہ سے زبردور کر نیکی لئے ایک شریطہ دوا ہے۔ فٹ بال کرکٹ جیٹا شک  
 کے کھلاڑیوں کیلئے ہیملک روزانہ استعمال کی جیڑے اس کا کافی سے کسی قسم کی طبیعت نہیں ہوتی۔ فی زمانہ  
 اس قسم کی تمام دوا میں یونان کی تجربہ کرنے پر ہیملک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے ہر گھر گھرت کو ہیملک کی  
 ایک ڈبہ ضرور رکھنی چاہئے قیمت فی ڈبہ ۱۰ محمولہ ڈاک

ایم جیٹ صاحب پریس اخبار لاہور۔ راج منشی برادر شاہ مجبور

ڈاکٹر ایس کے برسن نمبر ۲ تاراچیت اسٹریٹ کلکتہ

# سیویان بنائیکی مشین

یہ مشین صرف ہمارے ہی کارخانہ کی اجادہ مینر یا چارپائی وغیرہ کے ساتھ یا نہ صرف ایک یا بالغ بچہ بھی نہایت آسانی کے ساتھ منٹوں میں سیردن سیویان تیار کر سکتا ہے۔ یہ مشین نہایت اعلیٰ درجہ کی خوبصورت مضبوط اور پائدار ہے۔ عمر بہت لمبی بگرتی ہی نہیں۔ ہر امیر و غریب پسند کرتا ہے ہر ایک مشین کے ہمراہ دو قسم کی باریک اور موٹی چھلنی ہوتی ہیں قیمت مشین ڈیڑھ انچ قطر فی عدد ہے۔

فی درجن سے روپے ۲۔ ۱/۲ انچ قطر قیمت لکھنی درجن سے روپے ۱/۲ انچ قطر فی عدد وہ فی درجن سے روپے ۱/۲ مشین ڈبل پائپ، الی ڈھائی انچ قطر آٹھ روپے فی درجن اتنی ۱۰ روپے۔

چٹنی فی عدد للہ دیا اور فی عدد سرسہ دانی فی عدد ۱۳ محمولہ لکھ بزمہ خیردار  
ایم محمد شریف اینڈ سنز کوٹلی لوہار ان ضلع سیالکوٹ

## ذرا کان میں بات سنو

کیا آپ کو نامزدی، کمزوری، جویان، سرعت، رقت اور اختلام وغیرہ امراض نے گھیر لیا ہے اور کیا آپ نے اپنا علاج کرانے کر کے تنگ آ کر اپنے آپ کو لا علاج سمجھ لیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مایوسی کو دور کر کے خدا کا نام لیکر ہمارے ہاں سے برقی روغن اور برقی گولیاں منگا کر استعمال کیجئے۔ ہر ادویات نہایت ہی مستند و معتمدہ تر بہن اور مجرب تجربہ ہیں۔ جن کے ذریعہ لاکھوں زندگان نفع اٹھا چکے ہیں قیمت میں گولی چار روپے جالیس گولی سات روپے مخصوص ۶ اور قیمت برقی روغن ایک شیشی صرف چار روپے ہے۔ بچہ بچہ اور کمزوری باہکے لا علاج مریضوں کے لئے یہ ادویات اگر اعظم سے زیادہ مفید ہیں۔ کسی ہی مایوس کردہ حالت پر یقیناً صحت حاصل ہوگی۔ ہر موسم میں یکساں مفید ہیں۔ کسی قسم کی تکلیف یا ہر نہ نہیں ہوگا۔ یا اس علاج مریض ضرور آزمائیں غلط کتابت کا پتہ یہ ہے۔

منیجر برقی ادویات حلقہ نمبر ۲۹ - لکھنؤ

# سرمہ حفیظ البصر (رحمہ اللہ)

سرمہ صفت نذر ہون میری قیمت کیا ہے کہ سب چشم خریدار یہ احسان میرا  
صاحبان مدت تک یہ سرمہ تیار ہو کر دنیا بھر میں اپنی سچائی اور قوت الکسری کی شہرت حاصل کر رہا  
ہے اگر آپ اپنی دہ بے بہا آنکھوں کو ہمیشہ کے لئے درست اور قوت کو ترقی قائم رکھنے چاہتے ہیں تو حفیظ البصر  
کو استعمال کر لے یہ نہایت سریع الاثر ثابت ہو چکا ہے لطف یہ کہ کچھ سے لیکر ٹوٹے تک کو  
یکساں مفید ہے۔ ہر کچھ پڑھنے والے صاحبان یا بابیک کام کرتے والے اصحاب و دیگر اصحاب  
جرات دن کو نلکے کا رخانون میں یا زیادتی آگ کے کام کرنے سے آنکھیں خراب کر بیٹھتے ہیں انکو  
لے یہ اکسیر ہے۔ بہت دفعہ دیکھتے ہیں آما ہے کہ اکثر بنیائی سے زیادہ کام لینے والے حضرات کسی قسم  
کی دوا مثلاً مقوی بصر سرمہ یا مقوی دماغ وغیرہ حفظ یا تقدم کے لئے استعمال نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ  
ہوتا ہے۔ یا تو بنیائی کو کہو بیٹھتے ہیں اور یا چشمہ لگانے کی نوبت آ جاتی ہے۔ صاحبان ہو صوفی  
کم خرج بالانشین حفیظ البصر کو استعمال کر کے اپنی اصلی بینائی بفضل خدا حاصل کر سکتے ہیں چاہیں روز  
متواتر استعمال کرنے سے عینک تک چھوڑ دیتا ہے اور چند ہی روز میں ضعف البصر و دیگر امراض  
چشم کو دور کر کے تندرستی ہمیشہ کر دیتا ہے بہت سے صاحبان جو پانچ سالہ دس سالہ عینک  
کے عادی ہو چکے تھے۔ حفیظ البصر کو استعمال کر کے عینک سے چھٹکارا پایا۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا  
فوائد کے حسب ذیل امراض چشم کے دور کرنے میں بے نظیر ہے۔

دبند۔ غبار۔ جالا۔ فارش۔ سرخی۔ ابتدائی پہولا۔ ڈھلک۔ سلاق۔ منبیل۔ ناخونہ۔ فنول  
دکھو کم نظر آنا۔ شب کو ریا کی طرح لگنے۔ سفید وغیرہ جس کے متعلق بے شمار تصدیقی خطوط و قریں موجود ہیں  
باوجود اتنا مفید ہونے کے قیمت صرف ہم تولہ عم محض و لاک بدمہ تحریار

## نینیجر۔ دواخانہ و کارخانہ سرمہ حفیظ البصر جننگ پنجاب

# عرق بخار و طحال

دیہات اور قصبوں میں جہاں حکیم ہوں نہ ڈاکٹر

ان مقامات پر یہ عرق سچائے وقت کا کام دیتا ہے، بخار طحال اور ضعف جگر کے لئے جعفری دوا یا کھجک ایجاد ہوئی ہیں یا ہمدی میں ان سے زیادہ اچھا، ارزان۔ زود اثر۔ تیر بہدف شریطہ اور حکمیہ ہی عرق بخار و طحال ہے، جس سے ہزار ہا مریض صحت پا چکے ہیں، ملک کے کونے کونے میں اسکی شہرت پھیل چکی ہے، جس شہر یا قصبے میں ایک شیشی پہنچ جاتی ہے، اسکے ڈانڈ کی شہرت اور دھوم مچ جاتی ہے اور سینکڑوں فرمائشیں آتی ہیں، گاؤں میں جہاں حکیم یا ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہے، وہاں نہایت کثرت سے کتنا ہے، معمولی سے معمولی شخص بھی بغیر ستورہ طبیب اسکے ذریعہ سے ہر قسم کے بخار۔ روزانہ، تباہی جو تھا۔ لہرہ اور لہر یا بخار کے علاوہ، پرلے سے پرلے طحال اور ضعف جگر کے علاوہ مریضوں کا کما حقہ علاج کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکیم اور دیگر کثرت سے منگاتے ہیں بہت سے دولت مند اصحاب جن درجن دو دو درجن شیشیاں منگا کر غریبوں کو مفت علاج کرتے ہیں، یہ عرق ہر قسم کے بخار، طحال اور ضعف جگر کے علاوہ آغاز تپش میں بھی نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ سالہا سال کے مریض ہفتہ عشرہ میں صحت یاب ہو جاتے ہیں، اگر آپ اسکی حیرت انگیز ادا وادہ اثر طاقت کو دیکھنا چاہتے ہیں، تو ایک شیشی بطور نمونہ منگا کر امتحان کر لیں۔ قیمت فی شیشی صرف ۸ محصول ۶

(رحمیرٹ)

## جنوب حیرت

اسناک پیدا کرنے میں در حقیقت حیرت انگیز اثر رکھتی ہیں، تمام کو کھا کر گھنٹوں تک لطف اٹھائے کیا حال کہ مکان معلوم ہو طبیعت اکتا جائے تو دوسری بات ہے، ورنہ جب تک ترشی نہ کھا نیلے انزال نہوگا۔

قیمت ایک درجن انگریزی روپے دو درجن ۴ محصول ۶ یا پانچ درجن للہ محصول ۶

روغن مجرب (یہ روغن سجدہ ملند ہے، استعمال کرنے پر مرد و عورت کو وہ لذت وہ مزہ اور وہ لطف

کہ کھانا ہر کوئی کہ بیان سے باہر ہے، خصوصاً عورتوں کو عاشق ہو جاتی ہے،

قیمت شیشی کلان تین روپے، (تسے) شیشی خورد ایک روپیہ چار آنہ (عمر) محصول ۶

قاصی مقبول احمد پوسٹ بکس نمبر ۴۵ دہلی

# (حیض طوطی) سفوف مراد

نامردی حیاں عیست اختلام غیہ کا بیخظا اور شطیع علاج ہے

یہ دوائی بے انتہا مفویٰ ہے۔ سولہ غلط اور تسک ہے۔ چند ہی روز زمین محلول اور کمزور لیفون کی کل اندرونی شکایتوں کو دور کر کے دوبارہ لطیف جوانی بخشی ہے۔ ہر قسم کی نامردی، حیران، سرختر، انزال، رقت منی، اختلام، ضعف، عضلے، ریشہ، ضعف معدہ، ضعف ہاضمہ، ضعف گردہ و ستانہ، ضعف دل و دماغ، نشیان، قبض، پیشاب کے قبل یا بعد صحت کا گزرا پیشاب کا بار بار اجلس کے ساتھ آنا طبیعت کی افشردگی، محنت سے نفرت وغیرہ وغیرہ ایسی کل امراض کا حکمی اور شطیع علاج ہے، ایک سال کے اندر تقریباً ایک لاکھ مریض اس معجزہ دوائی کو استعمال کر کے تسکین ہو چکے ہیں۔ انہیں کوئی کشتہ شامل نہیں، اگر مفویٰ اس قدر ہے کہ کوئی کشتہ بھی نہ ہو کوئی سفوف یا مرکب دوائی ہرگز ہرگز اسکے برابر مفید نہیں ہے چند ہی روز میں ناقابل ضبط قوت پیدا کرتا ہے۔ منی کو کھڑکا کرنا اور قابل اولاد بنانا ہے قدرتی۔ اس کا میں گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ اس کے استعمال کرنے پر کمزور سے کمزور اور گنا گزرا شخص بھی ہر روز چار غورٹوں کو خوش کر سکتا ہے۔ ہر موسم میں یکساں مفید ہے، قیمت بیس خوراک، صبر محصول، رچا لیس خوراک، عید محصول ۱۰

## (حیض طوطی) طے لامسیا

حلق اغلام یا کثرت جماع کے باعث رگ و پٹھے بیکار اور سست ہو چکے ہوں رگین ابھرتی ہوں۔ بانی سمجھ گیا ہو جب باریک ہو ختم آگیا ہو، قوت اور سختی نہ ہو قبل از وقت ڈھیلا بن پیداسو کو شرمندگی کا باعث ہوتا ہے یا زبانی سن کے باعث کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ تو اس طلا کا استعمال کریں۔ یہ طلا سوائے مادر زاد نامردی کے دیگر کل قسم کی کمزوریوں کا بہترین علاج ہے، لطیف ہے جو کہ آبلہ یا آپار نہیں لانا۔ اور ہر عمر کے مریض کو ہر موسم میں یکساں مفید ہے، قیمت فی شیشی صرف دو روپے محصول ڈاک ۲۰ رچا لیس خوراک سفوف مراد اور ایک شیشی طلا کے سمجھا کی قیمت صرف گیارہ روپے محصول ۱۰ رچا لیس منی آرڈر کر

قاضی مقبول حمد موجد سفوف مراد راجہ بازار لکھنؤ